قرآن، سنت اور بدعت

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهُدٰى هَدْىُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ۔ [رواہ مسلم]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تعریف کے بعد سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے، اور بہترین طریقہ آنحضرت کا طریقہ ہے، اور بدعت سب سے برا کام ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

دین کے بنیادی اصول (۱۶)

اصول نمبر 17: ...... وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ رَاٰی رَبَّہٗ،فَاِنَّہٗ مَاْثُوْرٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَحِیْحٌ۔رَوَاہُ قَتَادَۃُ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،وَرَوَاہُ الْحَکَمُ ابْنُ اَبَانٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،وَرَوَاہُ عَلِیُّ بْنُ زَیْدٍ عَنْ یُوْسُفَ بْنِ مِھْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ وَالْحَدِیْثُ عِنْدَنَا عَلٰی ظَاھِرِہٖ، کَمَا جَاءَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، وَالْکَلَامُ فِیْہِ بِدْعَۃٌ، وَلٰکِنْ نُؤْمِنُ بِہٖ کَمَا جَاءَ عَلٰی ظَاھِرِہٖ، وَلَانُنَاظِرُ فِیْہِ اَحَدًا۔

''نبی ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے، یہ بات رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہے،قتادہ عکرمہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، [مسند احمد، ۱/ ۲۸۵] اسی طرح حکم بن ابان عکرمہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، [سنن ترمذی، ۳۲۷۹] اور علی بن زید یوسف بن مہران سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ حدیث ظاہر پر محمول کی جائے گی، جیسے نبی ﷺ سے منقول ہے،اس میں گفتگو کرنا بدعت ہے،لیکن ہم اس پر ایمان لائیں گے جیسے ظاہری طور پر بیان ہوئی اور ہم اس بارے میں کسی سے مناظرہ نہ کریں گے۔''

شرح: یہ اختلافی مسئلہ ہے،کیا نبی ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان احادیث میں اسے ثابت کرتے ہیں، جب کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کا انکار کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا!

مسروق کہتے ہیں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے امی جان کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو فرمانے لگیں: تمہاری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں،کیا تمہیں وہ تین باتیں معلوم نہیں کہ جو انہیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے؟ ان میں سے ایک یہ ہے: جو تجھے بتائے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے،اس نے جھوٹ بولا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴾ [سورۃ الانعام:۱۰۳]

''آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے اور وہ مہربان ہے خبردار۔''

[صحیح بخاری: ۴۸۵۵۔ صحیح مسلم:۱۷۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو نور ہے اس کو کیسے دیکھا جاسکتا ہے۔'' [صحیح مسلم:۱۷۸]

فہرست

قدر کی نگاہ

اداریہ ــــــ حافظ احمد شاکر

کم وبیش نصف صدی پیشتر مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی رحمہ اللہ پاکستان کے دورہ پر جب آئے تھے تو حکمرانوں کو ایک بنیادی مشورہ دے گئے تھے کہ دیکھئے پاکستان کو علاقائی......یعنی صوبائی......اور لسانی تعصب......کی لو...... سے بچائے رکھنا۔ مشاہدے کے بعد ان کے قیمتی مشورے کی اگر ہم یہ تعبیر کریں کہ اس لو سے اقوام واوطان جھلس جاتے ہیں تو شاید غلط نہ ہو۔ انہی دنوں وطن عزیز کی قومی زبان اردو قرار دی گئی لیکن افسوس کہ عالمی سیاسی شاطروں نے مغربی پاکستان کے سیاست دانوں ......کی اکثریت ......کو اغراض ومفادات میں اس بری طرح الجھا دیا کہ قومی زبان کی نہ اہمیت تسلیم کی گئی نہ اس کو مناسب مقام عطا کیا گیا اور نہ ہی اس کی ترویج کی عملاً کوششیں کی گئیں۔ مغربی پاکستان کے ان عاقبت نا اندیش سیاسی جماعتوں کے قائدین کی اردو زبان کی تنفیذ میں کوتاہیوں کے باعث مشرقی پاکستان میں وطن دشمن عناصر نے بنگلہ زبان کو غیر معمولی اہمیت دے کر ایک ایسا آتش فشاں بھڑکا دیا کہ مشرقی ومغربی پاکستان کے سیاست دانوں کی خود غرضی کے الاؤ نے وطن عزیز ہی کو جلا کر راکھ کر دیا اور وطن عزیز آدھا رہ گیا۔ لیکن افسوس کہ کوئی بھی حکومت اپنی رٹ یعنی کہ اپنا حق حکومت استعمال کرتے ہوئے اردو کو سرکاری خط وکتابت میں قومی زبان رائج نہ کر سکی۔

....

سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد اردو زبان کی بجائے اہل اردو کو سیاسی ضرورت کے تحت جب غیر معمولی پذیرائی دی گئی تو افسوس کہ اس پذیرائی نے غیر معمولی تعصب کی شکل میں اپنی شناخت کروائی اور اہل زبان نے قومی زبان کا علم بلند کرنے کی بجائے لسانی تعصب کو ہوا دی اور اس کی ایسی خوفناک اور ہولناک داستانیں اخبارات کی سرخیاں بننے لگیں کہ الامان والحفیظ۔ ان داستانوں اور کہانیوں میں مبالغے کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا تاہم مبالغے کا امکان کچھ ہونے کے بعد ہی ہو سکتا ہے اگر کچھ بھی نہ ہو تو مبالغہ کیسے ہو سکتا تھا۔

....

برصغیر کی انگریز دشمن سیاست میں خاں عبدالغفار خاں ایک نمایاں نام تھا۔ حتی کہ قیامِ پاکستان کے وقت ووٹنگ میں انہوں نے قوم پرست ......نیشنلسٹ ......سیاست کا بھرپور اظہار کیا جو ظاہر ہے کہ اس وقت کی سیاسی فضا میں قیام پاکستان کی حمایت نہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے خاں عبدالولی خاں نے N.A.P نیشنل عوامی پارٹی کے نام پر انگریز دشمن سیاست کا پرچم اٹھائے رکھا۔ سیاست میں ان کے یمین ویسار گاہے گاہے کبھی صوبہ سرحد کو پختونخواہ کہنے کی خواہش کا اظہار کرتے رہے اسی نکتہ نظر کے تحت N.A.P کے عوامی کارکن پختونستان بنائے جانے کی تمنائیں بھی پالتے رہے۔ لیکن ہماری یادداشت کے مطابق خاں عبدالولی کی سیاست کا محور ان جذبات کی تائید تو شاید رہا ہو کہ یہ ان کی مقامی سیاسی ضرورت تھی لیکن وطن عزیز کے لیے ان کی سیاست سے کبھی تخریب وطن کی خواہش کا اظہار تو کیا اشارہ تک نہ ہوا تھا۔ حتی کہ ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین کی تشکیل اور پارلیمنٹ میں اس کے پاس ہونے میں دیگر سیاست دانوں کی طرح ان کی کوششیں بھی برابر شامل رہیں۔

بش جونیئر کے دورِ حکومت میں باچا خاں کے پوتے اور عبدالولی خاں کے بیٹے اسفندیار ولی صاحب امریکہ یاترا کے لیے ذاتی دورے کے نام پر پہنچے تو ہمارا ماتھا اس وقت ٹھنکا تھا کہ انگریز نے باچا خاں کے خاندان کی طرف دورِ جام یونہی نہیں چھلکایا اس میں ساقی نے ضرور کچھ ملا دیا ہے۔ اس کے بعد کی تاریخ تو ماضی قریب کی بات ہے۔ لندن کی A.P.C کانفرنس، تمام مذہبی وسیاسی لیڈروں کا جامعہ حفصہ ولال مسجد کی بے گناہ طالبات کو ظالموں کے نرغے میں چھوڑ کر بلکہ حوالے کر کے چلے جانا، ان بے گناہوں کی مظلومانہ قتل وغارت، میثاق جمہوریت، جلاوطنوں کی واپسی کے معاہدے، جلاوطنوں کا واپس آنے کے بعد پھر بعض کا لوٹ جانا، بی بی کی حسب معاہدہ آمد، وطن عزیز سے وفا کی رگ حمیت بیدار ہونے پر بہیمانہ حملے کے ذریعہ وارننگ، پھر بی بی کا مظلومانہ قتل، بی بی کی سفر آخرت

پر روانگی، ان کی مبینہ وصیت کی اشاعت، عدلیہ کی معطلی، بحالی، این آر او کا اجراء، پھر نئے معاہدوں سے جلاوطنوں کی واپسی ان کا سیاست میں متحرک ہونا پھر انتخابات کی سیاست کی بساط بچھانا (جن کے اراکین آج کل جعلی ڈگریوں کی آکاس بیل اوڑھے خزاں رسیدہ پتوں کی طرح جھڑنے لگے ہیں) اسی دوران تاج محمد لنگا کبھی کبھی اسرائیکی صوبہ کی انگڑائی لیتے رہے اور ماضی قریب کے اٹھارہ بیس مہینوں میں اپنے دور حکومت کے دُرِیکتا جناب درانی صاحب کو صوبہ بہاولپور کے درد نے بے چین کر رکھا ہے، پھر بی بی کی موت سے وطن کے نصیب کو ایسی نیرنگی زمانہ دیکھنے کو ملی کہ وطن عزیز کی تاریخ سیاست اور شرافت کی ثقافت کو مونہہ چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی۔

ہاں اسی دوران صوبہ گلگت وبلتستان کو بلاضرورت وجود میں لا کران عالمی طاقتوں کی منزل آسان کر دی گئی جو ایک عرصہ سے اس شمالی پہاڑی پٹی پر حریصانہ نظریں جمائے ہوئے تھے۔ یاد رہے کہ اسکردو وبلتستان میں چند ہی سال پہلے مذہبی عنوان پر جلاؤ گھیراؤ کا ایک طوفان اٹھا تھا۔

تو جناب مذکورہ بالا گزارشات کو سامنے رکھ کر قدر کی نگاہ سے دیکھیں کہ ۱۸ ویں ترمیم کا سب سے بڑا تحفہ صوبہ سرحد کا نیا نام خیبر پختونخواہ ہے جو اسفند یار ولی صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا جس کے وہ کوچۂ رقیب میں سر کے بل حاضری کے بعد سے منتظر تھے۔ یہ تحفہ کہاں سے آیا اور کہاں کی پروڈکٹ ہے؟ یہ نہاں خانہ تاریخ میں ابھی مضمر اور مستور ہے۔ لیکن اس کے نتیجے میں ہزارہ کے لوگ الگ صوبہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ صوبہ بہاولپور کی تحریک انگڑائیاں لینے اور سرائیکی صوبہ کے طلبگاروں نے بھی کروٹیں لینا شروع کر دی ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ نو وارد سیاسی لم چھڑوں کے بلاسوچے سمجھے نعرے اور دعوے کہ بھارت اب ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، الٹے بانس بریلی کو آ جاتے ہیں کہ مسلم امہ پاکستان کیا وہ اپنے لیے بھی کچھ کر نہ سکی جب کہ ملت کفر یہ اسلام کے قلعہ پاکستان کا ......خاکم بدہن...... تیاپانچا کرنے کے منصوبوں پر یکسوئی اور دل جمعی سے عمل پیرا ہے۔ اور پاکستان کے حاکم اور...... جملہ......سیاست دان ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی صورت بنائے مونہہ کھولے دیکھ رہے ہیں اور یہی مفہوم ہے سورہ حشر کی اس آیت کریمہ کا ''اور نہ تم بھول جانا اللہ کو کہ پھر تم اپنے آپ کو بھول جاؤ گے۔''

....

پوری دنیا کے مسلمان حکم ران اور سیاست دان عموماً اور پاکستان کے حکم ران اور سیاست دان خصوصاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ان ارشادات کو کہ ''تم یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ''، کہ ''تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ'' اور ''کافروں کو اپنے راز دان مت بناؤ'' سے غافل ہو چکے ہیں اور اکثر مسلمانوں کی غفلت کی حدود توان آیات پر ایمان کی محرومی کو چھونے لگتی ہے۔ العیاذ باللہ...... حتیٰ کہ یہ **عباد الدنانیر و الدراهیم** مفادات کے لیے **الكفر ملة واحدة** کہ پوری دنیائے کفر مسلم دشمنی میں ایک ہے، کا اصول ابدی بھی بھول گئے۔

....

عرصہ دراز سے ہمارے صاحب اقتدار اور محروم اقتدار سیاست دان آئین میں ۱۸ ویں ترمیم کو وطن عزیز کے لیے شافی الامراض، دافع البلیات اور حل المشکلات قرار دے رہے تھے اور ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ ترمیم منظور ہوتے ہی وطن عزیز کے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔

۱۸ ویں ترمیم آشکار ہوئی تو یہ انکشاف بھی ہوا کہ ۱۷ ویں ترمیم کے ذریعے غم جمہوریت میں تلملانے والی سیاسی جماعتوں پر جو اپنی اپنی سیاسی جماعتوں میں انتخابات کرانے کی پابندی تھی ۱۸ ویں ترمیم نے ان کے گلے سے یہ طوق بھی اتار دیا یعنی کوئی سیاسی جماعت اب قانوناً کوئی انتخاب کرانے کی پابند نہیں ہر سیاسی جماعت کا رکن چاہے وہ صدر پاکستان ہو، وزیر اعظم ہو، سینٹ کا ممبر ہو ایم این اے ہو یا ایم پی اے وہ اپنی پارٹی سربراہ کی حکم عدولی اور ناراضگی (جسے پارٹی پالیسی کہا جاتا ہے) کے باعث پارٹی چیئرمین کے اشارۂ ابرو سے اپنے ہر عہدے، اور رکنیت سے فارغ ہو جائے گا۔ اس سے جمہوریت پسندوں اور اس کے متوالوں کی رگ آمریت نمایاں ہو گئی۔ اب جناب بلاول، جناب نواز شریف، جناب عمران خاں، مولانا فضل الرحمٰن، سید منور حسن، چوہدری شجاعت جس کو چاہیں کھڑے کھڑے فارغ کر دینے کی طاقت سے مالا مال ہو گئے ہیں۔ مولانا مودودی رحمہ اللہ نے ملک میں نفاذ اسلام کے ایک خواہش مند کو فرمایا تھا جو اپنے چھ فٹ قد پر اسلام نافذ نہیں کر سکا وہ ملک میں اسلام کیا نافذ کرے گا۔ جن سیاسی قائدین نے اپنی پارٹیوں سے جمہوریت کو دیس نکالا دے دیا وہ ملک میں جمہوریت کی نمو کیا کریں گے اور اس کو فروغ دیں گے اسے ہی کہتے ہیں ع

جو چاہے آپ کا ''نفس'' کرشمہ ساز کرے

درسِ قرآن

سورۃ البقرۃ (14)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

...... اردو ترجمہ ......
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ
م: ۱۲۳۰ھ

...... حواشی ......
①...... احادیث التفاسیر
مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ ۔ م: ۱۳۳۰ھ
②...... احسن الفوائد
مولانا سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ ۔ م: ۱۳۳۸ھ

﴿ یَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡكُمۡ وَ
اَنِّیۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ اتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ
نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّ لَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّ لَا تَنۡفَعُهَا
شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ وَ اِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ
بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ
وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ اِذۡ
جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمۡنًا ؕ وَ اتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ
اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدۡنَاۤ اِلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ
طَهِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَ الۡعٰكِفِیۡنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾
وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ
مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنۡ
كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئۡسَ
الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۲۶﴾ وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَ
اِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ
﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَكَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً
مُّسۡلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ
التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ
یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ
یُزَكِّیۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۱۲۹﴾ ﴾

''اے بنی اسرائیل میرا احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور وہ (بھی) کہ تم کو سارے جہان پر بڑا کیا۔ اور اس دن سے بچو کہ کوئی شخص کسی شخص کے ایک ذرہ (بھر) کام نہ آئے (گا) اور نہ اس کی طرف سے بدلہ قبول ہو (گا) اور نہ اس کو سفارش کام آئے (گی) اور نہ ان کو مدد پہنچے (گی)۔ اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا پھر اس نے وہ پوری کیں، ❶ (اللہ نے) فرمایا میں تجھ کو سب لوگوں کا پیشوا کروں (امام بناؤں) گا، (ابراہیم) بولا اور میری اولاد میں بھی، (اللہ نے) کہا میرا اقرار بے انصافوں کو نہیں پہنچتا۔ ❷ (۱) اور جب ہم نے یہ گھر کعبہ لوگوں کی اجتماع کی جگہ اور پناہ ٹھہرایا، اور (اے امت محمدیہ کے لوگو!) ابراہیم جہاں کھڑا ہوا نماز کی جگہ کر رکھو (۲) اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو کہہ دیا کہ میرا گھر پاک رکھو طواف والوں، اعتکاف والوں، رکوع اور سجدے (کرنے) والوں کے واسطے۔ اور جب ابراہیم نے کہا اے رب اس شہر کو امن والا کر دے اور اس کے لوگوں کو میوے (کی) روزی دے جو کوئی ان میں اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان لائے، (اللہ نے) فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اس کو بھی تھوڑے دنوں (تک) فائدہ دوں گا پھر اس کو قید کر (کے) دوزخ کے عذاب میں بلاؤں گا اور (وہ) پہنچنے کی بری جگہ ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں اٹھانے لگے (تو دعا کی کہ) اے رب تو ہم سے قبول کر تو ہی اصل سنتا جانتا ہے۔ ❸ اے رب اور ہم کو اپنا حکم بردار کر اور ہماری اولاد میں ایک امت اپنی حکم بردار (کر) اور ہم کو حج کرنے کے دستور جتا (سکھا) اور ہم کو معاف کر تو ہی اصل معاف کرنے والا مہربان ہے۔ اور اے ہمارے رب ان میں ایک رسول انہی میں سے اٹھا (بھیج، جو) ان پر تیری آیتیں پڑھے اور ان کو کتاب اور پکی (حکمت کی) باتیں سکھائے اور ان کو سنوارے تو ہی اصل زبردست حکمت والا ہے۔'' (۳)

احسن الفوائد

❶: ان کلمات کی تفسیر میں متعدد روایات منقول ہیں، مگر چوں کہ قرآن شریف سے بڑھ کر قرآن شریف کی تفسیر نہیں ہوسکتی اس لیے خود اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔''

یہی تفسیر مرادالٰہی ہے۔

❷: بنی اسرائیل اس بات پر بہت مغرور تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو وعدہ دیا ہے کہ نبوت اور بزرگی تیرے گھر میں رہے گی۔ ہم ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں اور ان کا دین ہر کوئی مانتا ہے۔

اللہ تعالی انہیں سمجھاتا ہے کہ اللہ کا وعدہ تو ابراہیم علیہ السلام کی اس اولاد سے ہے جو نیک راہ پر چلیں۔ ان کے دو بیٹے پیغمبر تھے، ایک مدت تک اسحق علیہ السلام کی اولاد میں یہ بزرگی کا سلسلہ جاری رہا اب اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں یہ بزرگی منتقل ہوگئی ہے، ان کی دعا تو دونوں کے حق میں تھی۔

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ

دین اسلام ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے، سب پیغمبر اور سب امتیں اسی پر گزری ہیں۔ وہ یہی تھا کہ اللہ تعالی جو حکم پیغمبر کے ہاتھ بھیجے گا اسے قبول کرنا ہے! اب مسلمان تو اسی راہ پر گامزن ہیں لیکن تم اس راہ سے پھر گئے ہو۔

❸: یہ کعبہ کی بنیاد کا ذکر ہے، جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو آدم علیہ السلام نے اللہ تعالی کے حکم کے مطابق کعبہ کی بنیاد رکھی اور اسے بنایا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک وہ بنا قائم رہی مگر طوفان میں وہ عمارت جس کو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا منہدم ہوگئی لیکن بنیاد وہی باقی رہی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نشاندہی پر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو اسی بنیاد پر بنایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک وہ عمارت قائم رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قریش نے چھت کو بلند کر کے پھر کعبہ کو بنایا، حجر اسود تک جب دیوار تیار ہوگئی تو حجر اسود رکھنے کی بابت قریش میں جھگڑا شروع ہوا، ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ ہم حجر اسود کو دیوار کعبہ میں نصب کریں۔

چناں چہ تمام قبائل کی صلاح سے یہ مشورہ قرار پایا کہ جو شخص ابھی سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے سے داخل ہو وہی حجر اسود کو دیوار کعبہ میں نصب کرے، اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے مسجد کے دروازے سے داخل ہوئے اور قریش نے سارا قصہ آپ کو سنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قبائل کا دل رکھنے کے لیے ایک چادر لی اور حجر اسود کو اس چادر میں رکھا اور سب قبائل کو اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر اٹھانے کی صلاح دی، اس طرح حجر اسود کو دیوار کی اونچائی تک سب نے اٹھایا اور اپنے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو نصب کرنے کی جگہ پر رکھا۔

یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پانچ برس پہلے کا ہے، اس وقت آپ کی عمر پینتیس برس کی تھی۔ اس تعمیر میں قریش نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا میں سے چھ گز جگہ کم کر دی تھی، جس کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا کہ اگر اہل مکہ جدید الاسلام نہ ہوتے اور اپنے اسلام میں پکے ہوتے تو میں کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حدود پر قائم کردیتا۔

چوں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی اس لیے انہوں نے اپنے عہد حکومت مکہ میں قریش کی بنا کو ڈھا کر حدود ابراہیمی پر کعبہ کی تعمیر کردی۔

عبدالملک بن مروان کی خلافت میں جب حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا تو عبدالملک بن مروان کے حکم کے مطابق حجاج نے عبداللہ بن زبیر کی بنا کو ڈھا کر پھر اسی حدود پر کعبہ کو تعمیر کیا جن حدود پر قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تعمیر کیا تھا۔

جب عبدالملک بن مروان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی وہ حدیث جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے سنی تو بہت افسوس کے ساتھ کہا کہ اگر پہلے سے صحیح طور پر میں یہ حدیث سنتا تو اس حدیث کے موافق حدود ابراہیمی پر کعبہ کو بنا دیتا لیکن اب عمارت بن چکی ہے، اس لیے اب ردّ و بدل کا موقع باقی نہیں رہا۔

ہارون رشید رحمہ اللہ نے اپنے دور خلافت میں امام مالک رحمہ اللہ سے یہ مشورہ پوچھا کہ کعبہ کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدود کے موافق بنا دیا جائے؟ مگر امام مالک رحمہ اللہ نے مشورہ نہیں دیا اور یہ کہا کہ کعبہ کو بادشاہوں کی تماشا گاہ نہیں بنانا چاہیے تا کہ ہر ایک بادشاہ اپنے عہد حکومت میں بار بار خانۂ خدا کو منہدم نہ کرے۔اس مشورہ کے بعد وہی حجاج کی بنا قائم رہی۔

صحیحین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانے تک یہی بنا قائم رہے گی۔اور یاجوج ماجوج کے خروج کے وقت حبشی لوگ اس عمارت کو ڈھادیں گے۔

احادیث التفاسیر

(ف:۱) بنی اسرائیل اس غرور میں تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں،اللہ تعالی نے وعدہ کرلیا ہے کہ نبوت اور بزرگی تیرے گھر میں رہے گی۔

اللہ تعالی نے ان کو سمجھانے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے جو نیک اور فرمانبردار ہوں گے ان کے واسطے وعدہ ہوا ہے نافرمانوں کے واسطے نہیں ہوا۔چناں چہ یہ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اور فرمانبردار بھی ہے،اس لیے وہ نعمت اس کو ملی اور تم نافرمان ہوگئے تھے اس لیے وہ نعمت تم سے جاتی رہی۔

(ف:۲) قال عمر رضی الله عنه وافقت الله فی ثلاث ،

(۱)...... قلت یارسول الله ﷺلو اتخذت من مقام ابراهیم مصلی ۔

(۲)...... وقلت یارسول الله ﷺ یدخل علیك البر والفاجر فلو امرت امهات المؤمنین بالحجاب فانزل الله آیة الحجاب ۔

(۳)...... قال وبلغنی معاتبة النبی ﷺ بعض نسائه فدخلت وقلت انتهیتن اولیبدلن الله تعالی رسوله ﷺ خیرا منکن ۔

یعنی ''حضرت عمرؓ نے کہا کہ تین باتوں میں اللہ تعالی نے میری خواہش کے مطابق حکم فرمایا:

①......میں نے عرض کیا تھا کہ کاش آپ مقام ابراہیم کو مصلی مقرر فرمائیں۔

②......میں نے عرض کیا تھا کہ آپ کے پاس کافر اور مومن سب قسم کے لوگ آتے ہیں اگر ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرمائیں تو اچھا ہو،پس پردے کا حکم نازل ہوا۔

③......میں نے سنا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بعض امہات المؤمنین پر خفا ہیں،میں نے ان ازواج کو نصیحت کی کہ تم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض مت کیا کرو!اگر تم اس بات میں احتیاط نہیں کیا کرو گی تو اللہ تعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے بہتر بیویاں دے دے گا۔''

اللہ پاک نے وہی مضمون قرآن مجید میں نازل فرمایا:

﴿عسی ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرا منکن﴾

(ف:۳) عن عرباض بن ساریة مرفوعا: ((ساخبرکم باول امری: دعوة ابراهیم، وبشارة عیسی ورویا امی))

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میں تم کو بتلاؤں کہ میری ابتداء کب سے ہے؟

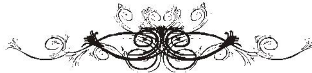
①......ابراہیم کی دعا،یعنی جب انہوں نے دعا کی تھی:

﴿ربنا وابعث فیهم رسولا منهم﴾ وہ رسول میں ہی ہوں۔

②......اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت جب انہوں نے کہا تھا:

﴿مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد﴾

③......اور میری والدہ کا خواب جو انہوں نے میری ولادت کے وقت ایک نور دیکھا تھا کہ اس سے ملک شام کے مکانات نظر آتے تھے۔



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: البدو إلى التلاع

باب پہاڑوں پر جانے کے بیان میں

۵۹۳۔ عن المقدام بن شُريح، عن أبيه قال: سألتُ عائشةَ عن البَدْوِ؟ قُلتُ: وهل كان النَّبِيُّ يَبْدُو؟ قالتْ: نعم، كانَ يَبْدُو إلى هٰؤلَاءِ التِّلَاعِ ـ [صحيح]

''مقدام بن شریح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیہات میں جاتے تھے؟ کہا ہاں، ان پہاڑوں کی طرف جایا کرتے تھے۔''

۵۹۴۔ عن عَمْرو بنِ وَهْب قال: رأيتُ محمَّدَ بْنَ عبدِ اللّٰهِ بن أَسِيدٍ إذَا رَكِبَ وَهو مُحْرِمٌ، وَضعَ ثَوْبَهُ عن منكبيهِ، ووضعَهُ على فخذيه، فقلتُ: ما هٰذا؟ قالَ: رأيتُ عبدَ اللّٰهِ يفعلُ مثلَ هٰذا ـ [ضعيف الاسناد]

''عمرو بن وہب بیان کرتے ہیں میں نے محمد بن عبداللہ بن اسید کو دیکھا جب وہ سوار ہوتے احرام کی حالت میں تو اپنا کپڑا دونوں کندھوں سے اتار کر دونوں رانوں پر رکھ لیتے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے عبداللہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

باب: من أحب كتمان السر، وأن يجالس كل قوم فيعرف أخلاقهم

جو بھید کو چھپانا پسند کرے اور ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھے تا کہ ان کے اخلاق وعادات معلوم کر سکے

۵۹۵۔ محمّدُ بنُ عبد الله بن عبد الرَّحْمٰن بن عبدِ القاريّ عن أبيه، أن عمرَ بنُ الخطاب ورجلًا من الأنصار كَانَا جَالِسَين، فجاء عبد الرَّحْمٰن بن عبدٍ القاريّ فجلسَ إليهما، فقال عمرُ: إنَّا لَا نحبُّ مَنْ يَرفعُ حديثنا، فقال له عبد الرَّحْمٰن: لستُ أُجَالِسُ أولٰئك يا أميرَ المؤمنين، قال عمرُ: بلٰى فجَالِسُ هٰذا وهٰذا، ولا ترفعْ حديثَنَا، ثمّ قال للأنصاريّ: مَنْ تَرَى النَّاسَ يقولُون يكون الخليفةَ بعدى فعدَدَ الأنصارى رجالًا من المهاجرين لم يسمّ عليًا، فقال عمرُ: فما لهم عن أبى الحسَن؟ فو اللّٰهِ إنَّهُ لأحْرَاهُم ...... إنْ كانَ عليهم ...... أنْ يُقيمَهُمْ على طريقةٍ منَ الْحَقِّ۔ [ضعيف الأسناد]

''محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب اور ایک انصاری بیٹھے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن بن قاری آئے ان دونوں کے قریب بیٹھ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس کو پسند نہیں کرتے جو ہماری بات دوسروں تک پہنچائے۔ عبدالرحمٰن نے کہا امیر المومنین میں ایسے لوگوں کے پاس نہیں بیٹھوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے تو ان لوگوں کے ساتھ مجلس رکھ مگر ہماری باتیں نہ پہنچایا کر اس کے بعد انصاری سے پوچھا بتاؤ لوگ کیا کہتے ہیں میرے بعد خلیفہ کا عہدہ کس کو ملے گا۔ انصاری نے مہاجرین میں سے بہت سے نام لیے لیکن حضرت علی کا نام نہیں

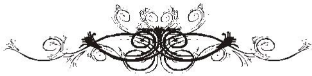
لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ابوالحسن (علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) سے لوگوں کو کیا شکایت ہے۔ اللہ کی قسم وہ ان سب سے زیادہ لائق ہیں اگر ان پر امیر بنا دیئے جائیں تو وہ انہیں راہِ راست پر قائم رکھیں گے۔''

باب: التؤدة في الأمور

جلدبازی کرنے کے بیان میں

٥٩٦۔ حدَّثنا الحسن [هو: البصري]، أنّ رجلًا توفي وتركَ ابنًا له ومَوْلًى له، فأَوْصىٰ مولاه بابنه، فلم يألُوْهُ حتى أدركَ وزوَّجه فقالَ لهُ: جهزني أطْلُبِ العِلْمَ، فجهزه فأتىٰ عالمًا فسأله فقالَ: إذا أردتَ أن تنطلقَ فقُلْ لي أُعلِمْكَ، فقالَ: حضرَ منّي الخروجُ فعلِّمْني، فقال: اتَّقِ اللّٰهَ واصْبِرْ ولا تَسْتَعْجِلْ۔ قال الحسنُ: في هٰذا الخيرُ كُلُّهُ۔ فجاءَ ولا يكادُ يُنْسَاهُنَّ، إنَّما هُنَّ ثلاثٌ، فلمَّا جاءَ أهلهُ نزلَ عن راحلتِهِ، فلمَّا نزلَ الدَّارَ إذا هو برجلٍ نائمٍ متراخٍ عن المرأة، وإذا امرأتُهُ نائمةٌ۔ قالَ: واللّٰهِ ما أريدُ ما انتظرُ بهٰذا، فرجعَ إلى راحلتِهِ فلمَّا أرادَ أن يأخذَ السَّيْفَ، قال: اتَّقِ اللّٰهَ واصْبِرْ ولا تستعجِلْ، فرجعَ فلَمَّا قَامَ على رأسِهِ، قالَ: ما أنتظرُ بهٰذا شيئًا، فرجعَ إلى راحلتِهِ، فلمَّا أرادَ أن يأخذَ سيفَهُ ذَكَرَهُ، فرجعَ إليهِ فلمَّا قامَ على رأسِهِ استيقظَ الرّجلُ، فلمَّا رآهُ وثبَ إليهِ فعانَقَهُ وقبَّلَهُ وَسَأَلَهُ، قال: ما أصبتَ بعدِي؟ قال: أصبتُ واللّٰهِ بعدَكَ خيرًا كثيرًا، أصبتُ واللّٰهِ بعدَكَ أنّي مشيتُ اللَّيلةَ بينَ السَّيْفِ وَبينَ رَأسِكَ ثَلاث مراراً فحجَزني ما أصبتُ منَ العلمِ عن قتلِكَ۔ [حسن الإسناد]

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی فوت ہوگیا۔ اس نے ایک لڑکا اور ایک غلام چھوڑا اور اپنے غلام کو وصیت کی لڑکے کا خیال رکھنا۔ اس نے غلام لڑکے کی پرورش کرتے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی یہاں تک لڑکا جوان ہوگیا اور اس کی شادی ہوگئی۔ ایک دن لڑکے نے غلام سے کہا میرے لیے سفر کا کچھ سامان تیار کروتا کہ میں علم حاصل کرنے کے لیے جاؤں۔ غلام نے اس کا سامان تیار کردیا۔ وہ ایک عالم کے پاس آیا اس سے علم حاصل کرنا شروع کردیا۔ عالم نے کہا جب تم یہاں سے جانے کا ارادہ کروتو مجھ سے مل کر جانا میں تمہیں کچھ باتیں بتاؤں گا۔ لڑکے نے ایک دن عالم سے کہا میں نے گھر جانے کا ارادہ کیا ہے مجھے وہ باتیں سکھادیں۔ عالم نے کہا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو اور جلدی نہ کرو۔ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں ان تین باتوں میں تمام بھلایاں آگئیں۔ وہ لڑکا اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگیا مگر وہ ان باتوں کو نہ بھولا وہ صرف تین باتیں تھیں۔ جب وہ اپنے گھر آیا سواری سے اتر کر گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک آدمی اس کی بیوی سے ہٹ کر تھوڑی دور سو رہا تھا اور اس کی بیوی بھی سو رہی تھی۔ اس نے کہا میں کیا کروں اللہ کی قسم میں اس کا انتظار نہیں کرسکتا۔ وہ اپنی سواری کے پاس گیا جب تلوار پکڑنے کا ارادہ کیا تو وہ نصیحت یاد آگئی اللہ سے ڈر اور صبر کر اور جلد نہ کر۔ واپس چلا آیا جب اس آدمی کے سر کے پاس کھڑا ہوا تو کہا اب میں کب تک اس کا انتظار کروں گا۔ پھر اپنی سواری کے پاس چلا آیا تلوار پکڑنے کا ارادہ کیا تو اس کو وہ باتیں یاد آگئیں وہ پھر اس کے پاس آگیا۔ جب اس کے سر کے پاس کھڑا تو وہ آدمی جاگ گیا اس نے جب اس کو دیکھا جلدی سے اٹھ کر معانقہ کیا اور بوسہ لیا اور پوچھا یہاں سے جانے کے بعد تم نے کیا حاصل کیا، کہا واللہ تمہارے بعد خیر کثیر حاصل کی۔ اللہ کی قسم میں نے تمہارے بعد یہ حاصل کیا کہ میں آج رات تلوار اور تیرے سر کے درمیان تین دفعہ ادھر ادھر گیا ہوں تا کہ تجھے قتل کروں لیکن اس علم کی وجہ سے جو مجھے حاصل ہوا میں تیرے قتل سے باز رہا ہوں۔''



تحقیق وتنقید

قسط ...... (۳)

چہرے کا پردہ اور چند شبہات کا جواب

حافظ محمد زبیر (ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی)

علامہ البانی رحمہ اللہ کا تیسرا اعتراض:

علامہ البانی رحمہ اللہ ابن سیرین رحمہ اللہ کی اس روایت پر تیسرا اعتراض وارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مخالفة لتفسير ابن عباس للآية كما تقدم بيانه فما مطرح بلا شك.

''یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مخالف ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور جو قول بھی ابن عباس کے قول کے مخالف ہوگا وہ مردود ہے۔ (ابن عباس کے قول سے علامہ البانی کی مراد یہ قول ہے:

ان يشددن جلابيبهن على جيوبهن)۔''

جواب اعتراض:

علامہ البانی رحمہ اللہ کا یہ اعتراض بھی بوجوہ درست نہیں ہے:

ا...... ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اور علامہ نے خود اس کا اقرار کیا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ ''ابن جریر'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وقال آخرون بل امرن ان يشددن جلابيبهن على جباههن" وهٰذا وان كان اسناده ضعيفا فانه ارجح من الاول الامور ۔ [الرد المفهم، علامه البانی، ص:۲٦]

''بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی چادریں اپنی پیشانی پر اچھی طرح باندھ لیں۔ اگرچہ اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن یہ ابن عباس کے دوسرے قول سے چند امور کی وجہ سے راجح ہے۔''

ب...... خود ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ''آیۃ جلباب'' کی تفسیر میں جو اقوال مروی ہیں ان میں اختلاف ہے اس لیے ابن عباس کا قول کیسے حجت ہوسکتا ہے جب کہ خود اس قول میں (علامہ البانی رحمہ اللہ کے بقول) تعارض موجود ہو؟ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ابن عباس کے دونوں اقوال نقل کیے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

① ...... حدثنی علی قال حدثنا ابو صالح حدثنی معاویة عن علی عن ابن عباس قوله:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَـٰبِيبِهِنَّ ﴾

امر الله نساء المؤمنين اذا خرجن من بيوتهن فی حاجة ان يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحدة ۔ [تفسیر طبری، امام طبری، سورة الاحزاب:٥٩]

''مجھ سے علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے معاویہ نے بیان کیا، وہ علی سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَـٰبِيبِهِنَّ ﴾

میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام سے گھر سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہرے کو اپنے سر کے اوپر سے چادر لٹکا کر ڈھانپ لیں اور اپنی ایک آنکھ کھلی رکھیں۔''

② ...... حدثنی محمد بن سعد قال حدثنی ابی قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابيه عن ابن

عباس قوله:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَـا الـنَّبِـيُّ قُـلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَـنٰتِكَ وَنِسَـآءِ الْـمُـؤْمِـنِيْـنَ يُـدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِن...... وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

قـال كـانـت الحرة تلبس لباس الامة فامر ﴿اَللّٰهُ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِن﴾ وادناء الجلباب ان تـقـنـع وتشد على جَبِيْنِهَا ـ [تـفسير طبرى، امام طبرى، سورة الاحزاب:۵۹]

''مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا وہ کہتے ہیں محمد سے میرے باپ نے بیان کیا وہ اپنے باپ سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَـا الـنَّبِـيُّ قُـلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَـنٰتِكَ وَنِسَـآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِن ﴾

سے لے کر ﴿ وكـان الـلـه غفورا رحيما﴾ تک کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آزاد عورتیں لونڈیوں جیسا لباس پہنتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیا کہ وہ اپنے جلباب لٹکالیا کریں۔ جلباب کو لٹکانے سے مراد یہ ہے کہ اس کو اچھی طرح اپنی پیشانی پر باندھ لیں۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ دوسرا قول پہلے قول کی نسبت زیادہ ضعیف ہے جس میں سوائے پہلے اور آخری راوی کے، درمیان میں کسی راوی کے نام تک کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مختلف اقوال مروی ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کا حجت ہونا کسی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتا۔

ج...... حقیقت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے یہ دونوں اثر باہم متعارض نہیں، بلکہ ایک ہی معنی اور مفہوم کو بیان کر رہے ہیں۔ ابن عباس کا پہلا قول بھی چہرہ چھپانے کے بارے میں ہے اور دوسرا قول بھی چہرہ چھپانے ہی کے بارے میں ہے۔ ''تَـقَـنُّـعُ'' کے لغوی مفہوم میں چہرہ چھپانا بھی شامل ہے۔ جیسا کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے:

ان ترخى المرأة بعض جلبابها على وجهها، نقنع، حتـى تتـمـيـز من الامة ـ [تـفسيـر كشـاف، امـام زمخشرى، الاحزاب:۵۹]

''عورت اپنے جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکائے گی، یعنی گھونگھٹ نکال لے گی، تاکہ آزاد عورت کی لونڈی سے تمیز ہو سکے۔''

اسی طرح عبیدہ السلمانی رحمہ اللہ کے اثر میں ہے:

قـال ابـن عـون: بـردائه فتقنع به، فغطى انفه وعينه اليسـرى واخـرج عينه اليمنى وادنى ردائه من فوق حتـى جـعـلـه قريبا من حاجبه او على الحاجب ـ [تفسير طبرى، امام طبرى، سورة الاحزاب:۵۹]

''ابن عون نے چادر لی اور اس کا نقاب بنالیا، اپنی ناک اور بائیں آنکھ ڈھانپ دی جب کہ دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو سر سے نیچے کیا، یہاں تک کہ اس کو برابر تک کیا یا ابرو کو بھی چھپالیا۔''

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، صحیح بخاری کی ایک روایت ''اَتَـى الـنَّبِـيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ مُّقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

قـولـه (مـقـنـع) بـفتح القاف والنون المشددة وهو كناية عن تغطية وجهه بآلة الحرب.

''مـقنع'' قاف کی فتح اور نون کی تشدید کے ساتھ ہے اور یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس شخص نے اپنا چہرہ آلات حرب سے ڈھانپ رکھا تھا۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دونوں قول ایک ہی معنی میں ہیں اور وہ معنی چہرے کو چھپانا ہے۔ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا یہ معنی متعین ہوگیا تو ابن عباس کے قول اور ابن سیرین کے قول میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ لہٰذا علامہ البانی رحمہ اللہ کا یہ اعتراض باطل ہوا کہ ابن سیرین کا قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مخالف ہے۔ اس اثر پر علامہ البانی رحمہ اللہ کے تمام اعتراضات کا ہم نے مدلل جواب دے دیا۔

چوتھا شبہ:

ایک ناقد نے ہمارے مضمون پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ ہم نے آیہ جلباب کے بیان میں مفسرین کے اقوال نقل کیے ہیں لیکن سورۃ النور کی آیت:

﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾

کے بیان میں مفسرین کے اقوال نقل نہیں کیے۔ ہمارے ممدوح ناقد نے اپنے مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آیہ جلباب اور سورۃ النور کی مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال میں تعارض ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں مفسرین کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ مفسرین نے آیہ جلباب اور سورۃ النور کی آیت کو مختلف اعتبارات سے جمع کیا ہے، جس کی چند ایک مثالیں ہم پیش کیے دیتے ہیں۔

پہلی جمع:

بعض مفسرین نے چہرے کو عورت کے ستر میں شمار کرتے ہوئے آیت جلباب سے مراد چہرے کے پردے کا وجوب لیا ہے اور ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے کپڑے، انگوٹھی، سرمہ، خضاب وغیرہ کی زینت (ایسی زینت کہ جس کا ظہور چہرہ چھپانے کے منافی نہ ہو) مراد لی ہے۔ مثلاً:

① ......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے مراد کپڑے لیے ہیں۔ جیسے:

عن عبدالله بن مسعود ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ﴾ قال لا خلخال ولا شنف ولا قرط ولا قلادة ﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ قال الثياب ۔ [المستدرك على الصحيحين، امام حاكم، ج:۲، ص:۳۹۷]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اپنی پازیب، بالیاں اور ہار وغیرہ ظاہر نہ کریں، اور ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد کپڑے ہیں۔''

② ......تفسیر بیضاوی: امام بیضاوی رحمہ اللہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عند مزاولة الاشياء كالثياب والخاتم فان سترها حرجا وقيل المراد بالزينة مواضعها على حذف المضاف او ما يعم المحاسن الخلقية والتزينية والمستثنى هو الوجه والكفان لانها ليست بعورة والاظهر ان هذا فى الصلاة لا فى النظر فان كل بدن الحرة عورة لا يحل لغير الزوج ولمحرم النظر الى شىء منها الالضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة ۔ [تفسير بيضاوى، امام بيضاوى، ج:۲، ص:۹۸]

''﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے وہ کچھ مراد ہے جو مختلف اشیاء کے استعمال کے وقت ظاہر ہوجائے، مثلاً کپڑے اور انگوٹھی، کیوں کہ ان کو چھپانے میں بہت زیادہ تنگی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ زینت سے مراد مواضع زینت ہیں اور یہاں پر مضاف محذوف ہے، یا زینت سے مراد عام زینت ہے جس میں پیدائشی محاسن اور میک اپ دونوں شامل ہیں، اور استثناء سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں، کیوں کہ یہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں۔ لیکن صحیح رائے یہ ہے کہ دوسرا قول نماز کے ستر کے بارے میں ہے نہ کہ نظر کے ستر کے بارے میں، کیوں کہ آزاد عورت کا تمام جسم ستر ہے، شوہر کے علاوہ کسی اجنبی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عورت کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھے سوائے ضرورت کے، مثلاً علاج معالجے کے لیے یا گواہی لینے کے لیے۔''

③ ......تفسیر زاد المسیر: علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر لکھتے ہیں:

وفيه سبعة اقوال احدها انها ثياب رواه ابو الاحوص عن ابى مسعود وفى لفظ آخر قال هو الرداء...... والقول الاول اشبه وقد نص عليه احمد

فقال الزينة الظاهرة الثياب وكل شيء منها عورة حتى الظفر ويفيد هذا تحريم النظر الى شيء من الاجنبيات لغير عذر فان كال لعذر مثل ان يريد ان يتزوجها او يشهد عليها فانه ينظر في الحالين الى وجهها خاصة فاما النظر اليها لغير عذر فلايجوز لا لشهوة ولا لغيرها وسواء في ذالك الوجه والكفان وغيرهما من البدن۔ [زاد المسير علامه ابن جوزی، ج:٦، ص:٣١، ٣٢]

”﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے بارے میں سات اقوال مروی ہیں۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔ یہ قول ابوالاحوص نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی بعض دوسری روایات میں چادر کے الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں۔

پہلا قول صحیح ہے اور امام احمد سے اسی کی صراحت ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے ہیں، کیوں کہ عورت کا سارا جسم حتیٰ کہ ناخن بھی اس کے ستر میں داخل ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر کے دیکھنا حرام ہے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے دیکھے، مثلاً اس سے نکاح کرنے کے لیے، یا اس کے بارے میں گواہی دینے کے لیے، تو ایسی صورت میں بھی صرف اس کے چہرے کو ہی دیکھے گا۔ بغیر عذر کے عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے چاہے شہوت ہو یا نہ ہو۔ اور اس مسئلے پر چہرہ، دونوں ہاتھ اور باقی جسم سب کا ایک ہی حکم ہے۔“

④......روائع البیان فی احکام القرآن: علامہ صابونی رحمہ اللہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وجميع هذه النصوص تفيد حرمة النظر الى الاجنبية ولا شك ان الوجه فيما لا يجوز النظر اليه فهو اذا عورة ۔ [روائع البيان في احكام القرآن، علامه صابونی، ج:٢، ص:١٥٦]

”ان تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے۔“

⑤......تفسیر ابن کثیر: امام ابن کثیر رحمہ اللہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اى لا يظهرن شيئا من الزينة للاجانب الا ما يمكن اخفاءه قال ابن مسعود كالرداء والثياب...... وقال ابن عباس وجهها وكفيها والخاتم وهذا يحتمل ان يكون تفسير للزينة التى نهين عن ابدائها كما قال ابن مسعود الزينة زينتان فزينة لا يراها الا الزوج، الخاتم والسوار وزينة يراها الا جانب وهى الظاهر من الثياب ۔ [مختصر تفسير ابن كثير علامه ابن كثير، ج:٢، ص:٦٠٠ بيروت]

”اجنبی مردوں کے سامنے عورتیں کسی بھی قسم کی زینت کا اظہار نہ کریں سوائے اس کے کہ جس کو چھپانا ناممکن ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس سے مراد چادر یا کپڑے ہیں...... جب کہ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد عورت کا چہرہ، دونوں ہاتھ اور انگوٹھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابن عباس نے زینت کی جو تعریف کی ہے وہ (زینت ظاہرہ کی بجائے) اس زینت کے بارے میں ہے کہ جس کو ظاہر کرنے سے عورتوں کو منع کیا گیا۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ زینت دو قسم کی ہے: ایک وہ کہ جس کو دیکھنا سوائے شوہر کے اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے، وہ انگوٹھی اور کنگن ہیں، اور ایک زینت وہ ہے کہ جس کی طرف دیکھنا اجنبی مردوں کے لیے جائز ہے اور اس سے مراد کپڑوں کی ظاہری زینت ہے۔“

⑥......تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عنـد مـزاولة الاشيـاء كـالثيـاب والـخـاتم فان فى سترهـا حـرجـا...... فـاا ستثناء الوجه والكفين من عورة الحرة ليس الا لاجل الصلاة ويدل على عدم جواز بداء المرأة وجهها قوله، تعالىٰ:
﴿ يَـٰٓأَيُّهَـا الـنَّبِـيُّ قُـلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَـنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِن ﴾

''﴿اِلَّا مَـا ظَهَـرَ مِـنْهَـا﴾ سے مراد یہ ہے کہ مختلف اشیاء کو استعمال کرتے وقت کپڑے یا انگوٹھی ظاہر ہو جاتی ہے، کیوں کہ ان کے چھپانے میں تنگی ومشقت ہے......استثناء سے جو آزاد عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ مراد لیے گئے ہیں اس سے مراد نماز میں عورت کا ستر ہے پس (عام حالات میں) عورت کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا جائز نہیں ہے۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ یہ قول ہے:
﴿ يَـٰٓأَيُّهَـا الـنَّبِـيُّ قُـلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَـنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِن﴾ ۔''

⑦......تفسیر کلام المنان المعروف بتفسیر سعدی: علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی ﷫ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں لکھتے ہیں:

اى الثيـاب الظاهرة التى جرت العادة يلبسها اذا لم يـكـن فـى ذالك ما يدعوالى الفتنة۔ [تـفسير سعدى، علامه عبدالرحمن بن ناصر سعدى، ج:٥، ص:٤١٠ الرياض]

''﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد وہ ظاہری کپڑے ہیں کہ جن کو عام طور پر پہنا جاتا ہے، جب تک کہ ان کپڑوں میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کہ فتنے کا باعث ہو(یعنی کپڑے بھی سادہ ہونے چاہئیں)۔''

⑧......ایسر التفاسیر: شیخ ابوبکر جابر الجزائری ﷫ ﴿اِلَّا مَـا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فما لا يمكنها ستره واخفاء ه كا الكفين عند تناول شـىء او اعـطـائه او العينين تنظر بهما وان كان فى اليـد خـاتـم وحـنـاء وفـى الـعيـنين كحل وكثياب الـظـاهـرة مـن خـمـار عـلـى الرأس وعبائة تستر الـجسم فهذا معفو عنه اذ لا يمكنها ستره ۔ [شيخ ابوبكر الجزائرى، ص:٢٣٤، جده سعودى عرب]

''اس سے مراد زینت ہے کہ جس کا ستر اور چھپانا ناممکن ہو، مثلاً دونوں ہاتھ، کیوں کہ عورتیں کسی چیز کو لیتے وقت یا دیتے وقت ان کو استعمال کرتی ہیں، یا اس سے مراد دونوں آنکھیں ہیں کہ عورت ان سے راستہ دیکھتی ہے۔ ہاتھوں کی زینت سے مراد انگوٹھی اور مہندی ہے اور آنکھوں کی زینت سرمہ ہے۔اسی طرح ظاہری کپڑے مثلاً سر پر اوڑھی ہوئی چادر اور وہ چادر جو کہ سارے جسم کو ڈھانپ لیتی ہے، بھی اس میں شامل ہیں، یہ وہ زینت ہے کہ جس کے ظاہر ہونے پر کوئی پکڑ نہیں، کیوں کہ اس کو چھپانا ناممکن ہے۔''

⑨......اضواء البیان: علامہ شنقیطی ﷫ ﴿اِلَّا مَـا ظَهَـرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں مروی دو اقوال کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اظهـر الـقولين المذكورين عندى قول ابن مسعود ان الـزينة الظاهرة هى مالا يستلزم النظر اليها رؤية شـىء مـن بدن المرأة الاجنبية وانما قلنا هذا القول هـو الاظهـر لانـه هـو احـوط الاقوال وابعدها عن اسبـاب الفتنة واطهرها لقلوب الرجال والنساء ولا يـخـفـى ان وجه المرأة هو اصل جمالها رؤيته من اعـظـم اسبـاب الافتتان بها ۔ [اضـواء البيـان، علامه شنقيطى، ج:٦، ص:٢٠٠]

''میرے نزدیک ان دو اقوال میں سے صحیح قول ابن مسعود ﷜ کا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کی طرف دیکھنے سے اجنبی عورت کے جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھنا لازم نہ آتا ہو۔ہم اس قول کو اس لیے بہتر قرار دے رہے ہیں کیوں کہ یہ احتیاط کے زیادہ قریب ہے، اور اس قول کے اختیار کرنے میں فتنے کے اسباب سے زیادہ دوری ہے اور اس کو اختیار کرنے میں مردوں اور عورتوں کے دلوں کی طہارت کا

سامان ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ عورت کا چہرہ ہی دراصل اس کا اصل اور کل حسن ہے، اور عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا عورتوں کے فتنے میں مبتلا کرنے والے بڑے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔''

⑩......البحر المحیط: علامہ ابوحیان الاندلسی رحمہ اللہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستثنى ما ظهر من الزينة ما تنزين به المرأة من حلى او كحل او خضاب فما كان ظاهرا منها كالخاتم والفتخة والكحل والخضاب فلا بأس بابدائه للاجانب ـ [البحر المحيط، علامه ابوحيان الاندلسى، ج:٦، ص:٤٤٧]

''زینت ظاہر کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور زینت سے مراد زیورات، سرمہ اور مہندی ہیں۔ پس جو زینت ظاہرہ ہو مثلاً انگوٹھی چھلا، سرمہ اور مہندی وغیرہ، اگر عورت اس کو اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرے گی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

⑪......معانی القرآن: امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء رحمہ اللہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ مثل الكحل والخاتم والخضاب [معانى القرآن، ابوزكريا الفراء، ج:٢، ص:٢٤٩ دارالسرور]

''﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد سرمہ، انگوٹھی اور مہندی ہے۔''

⑫......فتح البیان: علامہ قنوجی رحمہ اللہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولا يخفى عليك ان ظاهر النظم القرآنى النهى عن ابداء الزينة الا ما ظهر منها كالجلباب والخمار ونحوهما مما فى الكف والقدمين من الحلية و نحوهما ـ [فتح البيان، علامه نواب صديق الحسن قنوجى، ج:٩، ص:٢٠٥]

''اور یہ بات آپ پر مخفی نہیں ہے کہ قرآن کا نظم اور ظاہر اس بات پر دلالت کرر ہے ہیں کہ عورت کو اپنی زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے سوائے اس کے جو کہ خود بخود ظاہر ہو جائے، مثلاً جلباب یا دوپٹہ وغیرہ۔ اسی طرح وہ زیورات جو کہ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں پہنتی ہیں وہ بھی زینت ظاہرہ میں داخل ہیں۔''

⑬......تفسیر المراغی: امام احمد مصطفیٰ المراغی ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اى ولا يظهرن شيئا من الزينة للاجانب الا ما لا يمكن اخفاء ه مما جرت العادة يظهرون كالخاتم والكحل والخضاب ـ [تفسير المراغى، امام احمد المصطفٰى المراغى، ج:١٦، ص:٩٩ بيروت]

''اس سے مراد ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس چیز کے جس کا چھپانا ناممکن نہ ہو اور جو عادتاً ظاہر ہو جائیں، جیسے انگوٹھی اور سرمہ اور مہندی۔''

⑭......تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن: مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اى الثياب الظاهرة التى لاتخفى من النقاب وغيره لقوله تعالٰى:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾

اى يسترن وجوههن وصدورهن بالنقاب وقت الذهاب وليس المراد بما ظهر الوجه واليدان لقوله تعالٰى:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾

''﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد ظاہری کپڑے مثلاً نقاب وغیرہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے قول مبارک ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِن﴾ کا معنی یہ ہے کہ عورتیں گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور سینوں کو نقاب سے ڈھانپ لیا کریں۔ اور ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾
’’(اے نبی ﷺ) مؤمنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھیں۔‘‘

⑮...... تفسیر ابن ابی حاتم: امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں جلیل القدر تابعین مجاہد اور سعید بن جبیر کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

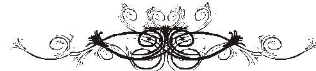
ا...... عن ابی جبیر فی قول الله ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ يعني الوجه والكفين فزينة الوجه الكحل وزينة الكفين الخضاب ولا يحل ان يرى منها غريب غير ذلك ۔ [ج:۳، ص:۲۵۷۵]

’’حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ:
﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾
سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ چہرے کی زینت سے مراد سرمہ ہے اور ہاتھوں کی زینت سے مہندی ہے۔ اور کسی اجنبی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کی زینت میں اس کے علاوہ کچھ دیکھے۔‘‘

ب...... عن مجاهد ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال الثياب والخضاب والخاتم والكحل۔
[ایضاً]

’’مجاہد سے روایت ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے، مہندی، انگوٹھی اور سرمہ ہے۔‘‘

علاوہ ازیں امام نووی الجاوی رحمہ اللہ نے ’’مواح لبید‘‘ میں، علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمہ اللہ نے ’’تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس‘‘ میں، مولانا امین احسن اصلاحی نے ’’تدبر القرآن‘‘ میں، سید احمد حسن محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ’’احسن التفاسیر‘‘ میں، مولانا مودودی نے ’’تفہیم القرآن‘‘ میں، اور مولانا صلاح الدین یوسف صاحب نے ’’احسن البیان‘‘ میں اسی جمع کو اختیار کیا ہے۔



احسان ضیاء کی شہادت

حافظ علم الدین صاحب رحمہ اللہ کے نواسے اور راقم الحروف کے بھانجے احسان ضیاء ولد محمد صدیق صاحب گزشتہ دنوں ہندو بنیے کے ساتھ ایک معرکے کے دوران راجوری سیکٹر کشمیر میں شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

احسان ضیاء کی عمر ۲۰ سال تھی۔ چاک و چوبند اور صحت مند اتنا کہ اپنے تمام بھائیوں سے بھاری بھرکم جسم تھا۔ شہادت کی تمنا کا اکثر اظہار کرتا تھا۔ اللہ کریم نے اس کی نیت کا پھل اسے دے دیا اور گزشتہ دنوں اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ جامع مسجد مزمل اہل حدیث بند روڈ لاہور میں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن ضیاء صاحب نے پڑھائی۔ قبل ازیں شہادت کی موت کے درجات، اس کی اقسام پر انہوں نے مفصل خطاب بھی فرمایا۔ عزیز واقارب اور اہل محلّہ نے جنازے میں شرکت کی۔ اللہ کریم جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور شہید کی مغفرت فرمائے۔

[محمد سلیم چنیوٹی]

رشتوں کے ضرورت مند

مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہر برادری وذات کے رشتوں کے لیے رابطہ کریں۔ نہ رجسٹریشن اور نہ ہی فیس تمام امور لوجہ اللہ۔ کوائف مکمل دیں۔

مولوی عبدالحئی اظہر بن مولانا محمد طاہر مرحوم، ماچھیکے والے، سبز منڈی شیخوپورہ۔ فون موبائل: 0322-7192695

خطبہ جمعۃ المبارک

مؤسسۃ الحسن الخیریہ کے زیر اہتمام قصبہ بھومن شاہ ضلع اوکاڑا مرکزی جامع مسجد توحید اہل حدیث میں ۷ مئی ۲۰۱۰ء کا خطبہ جمعۃ المبارک مولانا محمد یوسف انور صاحب (خطیب فیصل آباد) ارشاد فرمائیں گے، ان شاء اللہ۔

[محمد صدیق حسن ایم اے، مہتمم جامعہ تبلیغ الاسلام بھومن شاہ]

دلائل ومسائل

احادیث عذاب قبر

جناب محمد عاصم صاحب، راولپنڈی

احادیث نبوی ﷺ سے تواتر کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد جب اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور گذشتہ اعمال کے بارے میں اس سے سوالات کرتے ہیں۔ اگر وہ ایماندار اور صلح پسند ہے تو بے بہا نعمتوں اور سعادتوں سے ہمکنار ہے اور اگر کافر، ظالم، بے انصاف اور فساد انگیز ہے تو اسے سخت ترین سزاؤں کو جھیلنا ہوگا۔ (**العیاذ باللہ**)

اس قسم کے روایات بخاری ومسلم...... جو کتاب اللہ کے بعد اسلام کی صحیح ترین کتابیں ہیں اور ان کے علاوہ دوسری کتاب احادیث میں بھی موجود ہیں نیز خود قرآن پاک نے کئی مقامات پر اسے بتایا ہے:

﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ [نوح]

''وہ لوگ اپنی خطاؤں اور گناہوں کی پاداش میں غرق کر دیئے گئے انہیں آگ میں داخل کر دیا گیا اور انہوں نے اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی مددگار نہیں پایا۔''

﴿فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴾ [التحریم]

''انہوں نے (نوح اور لوط کی بیویوں نے) اپنے خاوندوں کی خیانت کی اور وہ دونوں اللہ کے خلاف ان کے کسی کام نہ آ سکے اور ان سے (بیویوں سے) کہا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ۔''

﴿ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ o بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴾ [یسین]

''اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اس نے کہا کاش میری قوم کو علم ہوتا کہ کس بنا پر میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت بنایا۔''

﴿ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ﴾

''اس حالت پر غور کرو جب کہ بے انصاف لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ ہاتھ پھیلائے ہوتے ہیں۔ (اور ان سے کہتے ہیں) اپنی جانوں کو باہر نکالو۔ آج تم کو رسوائی کا عذاب بدلہ میں دیا جائے گا اس لیے کہ تم اللہ پر ناحق بات کہتے تھے۔'' [الانعام]

﴿ وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ o اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُقف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ [المؤمن]

''اور آل فرعون کو برے عذاب نے آ گھیرا صبح اور شام انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی (ان سے کہا جائے گا) اے آل فرعون! اس سے سخت تر عذاب میں داخل ہو جاؤ۔''

سورہ واقعہ کے اختتام پر بھی اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھنے والوں کو حکم دیا کہ اپنی نماز کے آخری حصے میں عذاب قبر سے پناہ طلب کیا کریں۔ چناں چہ علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جس آدمی نے اپنی نماز میں عذاب قبر سے پناہ نہیں مانگی اس کی نماز صحیح نہیں۔

عذاب قبر اور موجودہ دور کے مادہ پرست فلسفی:

جو لوگ مادہ اور حس پر پوری طرح اعتماد رکھتے ہیں وہ عذاب قبر سمجھنے سے قاصر رہے ہیں وہ کہتے ہیں:

(ا......ہم مردہ کو اپنے سامنے ایک بے حرکت اور جامد جسم کی طرح لیٹا دیکھتے تھے۔ اس میں حرکت ہوتی ہے نہ احساس، اور نہ شعور ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو اس پر اثر انداز ہو سکے۔ بھلا عذاب قبر اسے کیوں کر پہنچ سکتا ہے؟ یا ان روایات کا صحیح ہونا کیسے ممکن ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ مردے کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ وہ اس کو بٹھاتے، اس سے سوال کرتے اور وہ انہیں جواب دیتا ہے۔ اگر کافر ہوتا ہے تو لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں آپس میں بھنچ جاتی ہیں اور اگر مؤمن ہوتا ہے تو اسے طرح طرح کی نعمتیں، رحمتیں اور خوشبوئیں حاصل ہوتی ہیں۔

ب...... اگر ہم کو قبر کو کھود کر دیکھیں تو ہمیں کوئی عذاب نظر نہ آئے گا بلکہ مردہ بے حس وحرکت لیٹا ہوگا۔

ج......عذاب قبر مشاہدہ اور حس کے یکسر مخالف اور متضاد ہے اور ہمارا خیال ہے کہ دین اسلام جو سراسر عقل اور دلیل کو اپیل کرتا ہے۔ اس میں حس اور مشاہدہ کی مخالفت کے لیے قطعی گنجائش نہیں نکل سکتی کیوں کہ حس عقل کا وہ پیامبر ہے جو اصل حقائق کی اس تک پیغام رسائی کرتا ہے۔ لہٰذا پیامبر پر نکتہ چینی کرنا ممکن نہیں ہے۔ ورنہ اس کا مطلب بالفاظ دیگر پیامبر کے بھیجنے والے (یعنی عقل) پر نکتہ چینی ہوگا۔

د...... عذاب قبر کو صحیح کہنا تو ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ پتھر اور یہ جمادات جو ہمارے سامنے موجود ہیں انہیں عذاب ہو رہا ہے اور وہ اسے محسوس کر رہے ہیں یا ان پر نعمتیں برسائی جا رہی ہیں اور وہ ان کا شعور رکھتے ہیں یہ آپس میں بولتے اور سمجھتے ہیں اور چلتے اور پھرتے ہیں......کیا ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی ہے جسے عقل وصواب سے دور کا واسطہ ہو؟

عذاب قبر کے متعلق اس قسم کے متعدد شبہات اس دور کے اکثر لوگوں کے دلوں میں برابر ابھرتے رہتے ہیں۔ ایک فریق اس کی صحیح ہونے کے متعلق پس وپیش کرتا اور بسا اوقات اسے اسلام میں جرح ونقص کا موجب ٹھہراتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو اپنے دین سے شفقت ومحبت ہے اور جو اس پر دل سے فریفتہ وشیدائی ہیں وہ صالح تربیت یا فطری صلاحیت کی وجہ سے وہ عذاب قبر کے بارے میں شک وکفر سے بچنے کے لیے بحث ومباحثہ تو کجا غور وفکر کو بھی گناہ سمجھتے ہیں۔

عذاب قبر کے ثبوت میں عقلی دلائل:

اس قسم کے شبہات صرف انہی لوگوں کے دل میں پیدا ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ انسان سے مراد یہی مادی جسم اور خاکی ڈھانچہ ہے جو چلتا ہے اور پھرتا ہے۔ جو دن میں بیسیوں مرتبہ بدلتا ہے، جسے مرض اور بھوک ختم کر دیتی ہے جو صحت اور کھانے پینے کے بل بوتے پر برقرار رہتا ہے جس کی ترکیب روٹی، پانی اور اسی قسم کی دوسری چیزوں سے مل کر ہوئی ہے اور جو کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے، جو آدمی بھی سمجھتا ہے کہ انسان بس اسی کا نام ہے۔ اس کے دل میں اس طرح کے بہت پریشان کن شبہات کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔

لیکن جو آدمی انسان کی اصل حقیقت اور پھر اس کی مختلف پوزیشنوں یعنی عالم، شاعر، مؤمن متالم (درد محسوس کرنے والا) ہونے کو پوری طرح سمجھ لے گا اور جو یہ جان لے گا کہ انسان سے مراد ایک آسانی در دحانی امر ہے''جو محض مادہ'' سے بالا اور مٹی سے بلند ہے اور وہی روح ہے اس کے ارد گرد سے اس قسم کے تمام شبہات رفو چکر ہو جائیں گے اور وہ قبر کے عذاب اور ان نعمتوں پر ایمان رکھنے میں کسی قسم کا حرج وتنگی محسوس نہ کرے گا بلکہ اسے معلوم ہو جائے گا کہ عذاب قبر پر ایمان لانا ایک ناگزیر شے ہے۔

دنیا کے جملہ ادیان......جن میں سے کوئی بھی دین مستثنٰی نہیں ہے...... اور تمام عقلاء...... جن میں سے کوئی بھی عاقل مستثنٰی نہیں ہے...... عالمی روحانی پر ایمان لانے پر متفق ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ ظاہری مادہ کے ماوراء بھی بہت سی چیزیں ہیں جنہیں ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ محسوس کر سکتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں گذشتہ حکماء کافی دلائل پیش کئے ہیں اور اس پیرائے میں پیش کئے ہیں یہ ایک طالب حق کے لیے تسلی اور اطمینان کا سامان مل جاتا ہے۔ عہد حاضر میں بہت سے نئے دلائل منکشف ہوئے ہیں جنہیں ہم ذیل میں بیان کریں گے۔

روح کے وجود پر دلائل وبراہین:

① ...... محققین نے اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ انسان کا جسم اپنی زندگی میں بارہا تبدیل ہوتا ہے۔ ہر آٹھ نو سال کے اندر پہلا جسم زائل ہوکر دوسرا نیا جسم اس کی جگہ آ جاتا ہے لیکن اس کی معلومات برقرار رہتیں ہیں اور اپنے بچپن میں یاد کی ہوئی باتیں فراموش نہیں کرتا۔ اس سے یہ دلیل نکلتی ہے کہ انسان میں اس نو سال کے اندر اندر زائل اور متفرق ہونے والے جسم کے علاوہ ضرور کوئی اور چیز بھی ہے جو پرانی معلومات کو محفوظ رکھتی ہے ورنہ معدوم اور فانی جسم کے ساتھ ان کا بھی فنا ہوجانا لازمی امر تھا۔

② ...... محققین نے روح کے وجود کو اس طرح ثابت کر دیا ہے کہ جس کی مخالفت کرنا یا اس میں بحث کرنا ناممکن ہے۔ انہوں نے روح کو حاضر دکھایا ہے۔ وہ اس سے گفتگو کرتے ہیں اور وہ ان سے۔ وہ اس سے سمجھتے ہیں اور وہ ان سے۔ آج کل روحوں کا حاضر کرنا ایک باقاعدہ درسی علم بن گیا ہے۔ وہ روح سے کلام کرتے ہیں۔ اور روح ان سے بات کرتی ہے وہ روح سے سمجھتے ہیں اور روح ان سے۔ اور ایسی متواتر خبر بن گیا ہے کہ جس میں اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عالم روحانی کا وجود ہے۔ اب خواہ کہا جائے کہ یہ روحیں واقعی ان لوگوں کی ہوتی ہیں جنہیں وہ مخاطب کرتے ہیں یا شیاطین کی روحیں ہوتی ہیں۔ بہرحال معاملہ یکساں ہے۔ ہرصورت عالم روحانی کے وجود پر واضح دلیل ہے۔

③ ...... آج کل عالم مادی سے مادراء پر ایمان رکھنا ایک ایسا ضروری امر بن گیا ہے جس کا انکار محض وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کا کام باطل قیاس آرائیاں لڑانا اور دماغ کو قلابازیاں دینا ہو۔ انسان کے اندر جو اس قدر احساسات علوم، ارادات اور مختلف قسم کی صناعات پائی جاتی ہیں جن کی کوئی حد نہیں ہے ممکن نہیں کہ محض ایک جسم ہی کے لیے ہوں۔ علوم وصناعات اور ان کی قسمیں اس قدر بے انتہا ہیں جن کی حد مقرر نہیں کی جاسکتی۔ اس کے برعکس جسم ایک محدود شے ہے جس کا حلقہ خود نہایت تنگ ہے لہٰذا یہ ممکن نہیں ہے کہ جو چیز لامحدود ہو وہ محدود چیز سے ظاہر ہو یا اس کے لیے ہو۔

④ ...... ہر انسان کو اپنے احساس، شعور، ادراک، زندگی۔ رضامندی، غضب اور اپنے کردار پر یقین ہے۔ ظاہر ہے کہ تمام چیزیں نہ مادی ہی ہیں اور نہ عالم مادی سے ان کا کوئی لگاؤ ہی ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ عالم مادی سے بالاتر، اس کی حدود سے باہر اور حواس خمسہ سے ماوراء، ایک اور عالم ہے جسے عالم روحانی کہتے ہیں۔

⑤ ...... یہ عالم مادی جس کی تنظیم نہایت ہی احسن طریقہ سے ہوئی ہے جو انتہائی درجہ کا مضبوط ہے اور جس میں بہت سی مغلوبانہ اور اختیارانہ حرکات پائی جاتی ہیں، ممکن نہیں ہے کہ یہ سب کچھ صرف مادہ کی تدبیر مادہ کی حکمت اور مادہ کے ناخن فکر کا نتیجہ ہو، حالاں کہ مادہ اس سے کہیں کمزور ہے۔

⑥ ...... اگر روحیں یا وہ چیزیں اس عالم مادہ کے ماوراء ہیں، نہ ہوتیں تو انسان کے افراد و رحیوانوں کی مختلف قسموں میں اس قدر فرق واضح نہ ہوتا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ مخلوقات کے درمیان معارف، علوم وفنون، کرم، سخاوت، شجاعت، اور اسی قسم کی دوسری صفات کا یہ جو عظیم الشان فرق ہمیں نظر آ رہا ہے۔ اس کا سبب محض اجسام اور ان کی استعدادوں کا فرق ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لاغر جسم والوں کی عقل اور سمجھ وفراست بہت زیادہ ہوتی ہے اور بعض کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ حالاں کہ تمام اجسام کا مادہ ایک ہی ہے، اور اس ایک ہی مقدار سے مختلف عناصر کو ملایا گیا ہے۔

⑦ ...... ہر انسان جب اپنے آپ کو ''میں'' کہہ کر گفتگو کرتا ہے تو ہم فوراً سمجھ لیتے ہیں کہ ''میں'' کہنے سے اس کی مراد ہرگز یہ مادی جسم نہیں ہے جو اس مادہ سے مرکب ہے جس سے گھوڑے، بلی، اونٹ اور دیگر مویشیوں کے جسم مرکب ہیں بلکہ ''میں'' کہنے سے اس کا مقصود اس سے بلندتر اور اعلیٰ واشرف ایک اور ہی چیز ہوتی ہے اور وہ ''روح'' ہے۔

⑧ ...... خواہ وہ مومن ہوں یا کافر...... کے درمیان تواتر سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے۔ تمام اقوام نے بہت سے نبیوں، ولیوں، جادوگروں، اہل کرتب اور جھوٹے دجالوں کے ہاتھوں بہت سے عجیب وغریب کرامات اور خلاف عادت امور دیکھے ہیں۔ یہ تمام ایسی چیزیں

ہیں جن کا وجود برابر ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ یہ محض عالم مادی ہی کے عمل سے ہوں اس لیے کہ ایسا ہونا عالم مادی کے دائرہ سے خارج ہے۔

⑨ ...... میں کہتا ہوں، تصنیف وتدوین کا کام کرتا ہوں اور میں ان امور کا احساس بھی رکھتا ہوں۔

اور پھر ان چیزوں کا یا ان میں سے کسی کا اس زندہ کی طرف لوٹ آنا ممکن نہیں ہوتا جس سے وہ ناپید ہوگئیں۔ اس سے کسی بالاتر چیز کا ہے۔ ناگزیر ہے کہ جس جسم کو ہم مردہ کہتے ہیں اس سے کوئی ایسی چیز ناپید ہوئی ہو جس کے ہونے پر ہم اسے زندہ اور جس سکے نہ ہونے پر ہم اسے مردہ کہتے ہیں۔

الغرض عالم روحانی پر اس قدر دلائل دیئے جاسکتے ہیں جو گنتی میں نہیں آسکتے۔ اس عالم روحانی کو جو اس سے بلند اور مادہ سے ماوراء ہے...... پہچان لینے کے بعد انسان پر آسان ہو جاتا ہے کہ قبر کے عذاب وثواب کے بارے میں جو اشکالات پیدا ہوتے ہیں، انہیں حل کر سکے۔ اس صورت مین اسے معلوم ہو جائے گا کہ اگر چہ مردہ انسان کا عذاب یا ثواب نظر نہیں آتا تو ہم اس مادی اور خاکی جسم کی موت، روح کی سزا یا نعمت شقاوت یا سعادت کے لیے مانع نہیں ہے۔ اسان تو خود روح کو بھی نہیں دیکھتا لیکن اس کا یہ نہ دیکھنا روح کے عدم وجود پر دلیل نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح جب انسان روح کے عذب یا نعمت کو نہیں دیکھتا تو اس سے یہ دلیل نہیں ملتی کہ عذاب یا نعمت کا فی الواقع وجود ہی نہیں ہے۔ کیا جب انسان اپنی عقل وسمجھ، فہم وفراست، شعور واحساس، رضا واطمینان، غضب وخوف اور اپنے دوسرے تاثرات کو نہیں دیکھتا تو اس کا انہیں نہ دیکھنا اس بات پر دلیل ہے کہ ان امور کا واقعی وجود نہیں ہے؟ جو شخص کسی چیز کے عدم احساس کو اس کے عدم وجود کی دلیل سمجھتا ہے وہ گویا کہتا ہے ''کیوں کہ فلاں چیز محسوس نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا وجود بھی نہیں ہے'' حالاں کہ ایسا کہنا عقلاء کے اجماع کے خلاف ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو کسی طرح بھی محسوس نہیں کی جاسکتی، ناپید اور غیر موجود نہیں۔ آج سے پہلے ہزارہا صدیاں گزر گئیں اور لوگ ان حیوانی زندہ مخلوقات کو محسوس نہ کرتے تھے جو انسان کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔

اور جنہیں اب ہم جراثیم کے نام سے موسوم کرتے ہیں ان کا احساس اور علم لوگوں کو صرف اس وقت سے ہوا ہے جب اللہ تعالیٰ نے خوردوبین کو پیدا کیا۔ خوردوبین سے پہلے انہیں دیکھا ہی جاتا تھا اور نہ محسوس ہی کیا جاتا تھا لیکن لوگوں کا ان سے بے خبر رہنا ہرگز اس بات پر دلیل نہیں کہ جراثیم کا فی الواقع اس وقت کوئی وجود نہ تھا۔ اگر آج بھی خوردوبین موجود نہ ہوتو وہ غیر موجود نہیں ہو جائیں گے......

آج کل سائنس دانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ بعض جراثیم ایسے ہیں جو خوردوبین سے بھی نہیں نظر نہیں آتے اور جن کا دیکھنا یا محسوس کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ لیکن کیا ان سائنس دانوں نے جراثیم کے وجود پر کسی قسم کا بھی شک کیا ہے؟ نہیں! بلکہ ان کے وجود کی دلیل پر وہ ان کے اثرات کو اور ان کے جسموں کے مار ڈالنے کو پیش کیا کرتے ہیں۔ وہ انہیں دیکھنے اور محسوس نہ کرنے کے باوجود ان کی نفی نہیں کرتے۔ اب جب کہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ خود مادی موجودات میں بھی بعض ایسی چیزیں ہیں جنہیں دیکھا اور محسوس نہیں کیا جاتا لیکن ان کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے تو ہمارا ان راست باز اور راست گو انبیاء کی بتائی ہوئی باتوں کو جھٹلانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے جنہوں نے ہمیں بعض ایسے امور کی خبر دی ہے جن تک ہمارے بشری احساس نہیں پہنچ سکتے۔ لہٰذا عذاب قبر کا ہونا کوئی تعجب خیز اور محال چیز نہیں ہے۔ اگر چہ ہم اسے دیکھ نہیں پاتے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ موجودہ دور کے سائنسدان اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ منی کے ایک نطفہ میں ہزاروں ایسے زندہ حیوانات ہوتے ہیں کہ جو حرکت کرتے ہیں۔ حالاں کہ ہم انہیں دیکھتے اور نہ محسوس ہی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ یہ حیوانات سزا اور راحت پاتے۔ مرتے قتل ہونے، چلتے پھرتے اور آتے جاتے ہیں حالاں کہ ہم کو ان میں سے کوئی بھی چیز نظر نہیں آتی۔ خوردوبین کی پیدائش سے پہلے یہ چیز قطعی محال اور باطل تھی۔ لہٰذا عدم احساس پر اعتماد کر کے کسی چیز کو جھٹلا دینا جائز نہ ہوگا اور نہ جو ایسے کرے گا سراسر غلطی پر ہوگا اور اسی طرح غلطی پر ہوگا جس طرح وہ شخص جو اس وجہ سے منی کے حیوانات کا انکار کرتا ہے کہ اس نے خوردبین کے ذریعے انہیں نہیں دیکھا

یا اللہ نے ابھی تک خوردبین کو پیدا ہی نہیں کیا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ جن محققین نے نباتات کی تحقیقات کی ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ہماری طرح نباتات میں بھی رنج وتکلیف اور موت کا احساس ہے۔ ہماری طرح ان میں بھی جان ہے اور وہ بھی سانس لیتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسی دچیز کوان مردوں اور روحوں کے لیے محال سمجھتے ہیں جو محض ایک گھر سے منتقل ہو کر دوسرے گھر میں چلی جاتی ہیں۔ یہ محال سمجھنا سراسر عقل کا فتور اور فکر کا فساد ہے۔

ایک سونے والا آدمی جس پر غنودگی پوری طرح چھا گئی ہو، اور سکتہ کا سا عالم ہو گیا ہو، اس کے جسم میں اور گوشت وخون میں لاتعداد ایسے حیوانات اور امراض ہوتے ہیں جو اس کے گوشت کو چیرتے خون کو چوستے اور ہڈیوں کو کھوکھلا کرتے ہیں اور جو اس کی غذا کم کرتے رہتے ہیں۔ حالاں کہ وہ ہمارے سامنے نہایت ساکن وجامد جسم کی طرح سویا ہوتا ہے اور ہم ان میں سے کسی چیز کو بھی نہ محسوس کرتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسا ہونا سراسر باطل ہے کیوں کہ ہم اسے دیکھتے اور محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح سونے والا بسا اوقات سخت تکلف اور ناقابل برداشت عذاب کو محسوس کرتا ہے حالاں کہ وہ ہمارے سامنے بالکل ساکن جسم کی طرح لیٹا ہوتا ہے۔ نہ کوئی حرکت کرتا ہے اور نہ تکلیف کا اظہار۔ اس کی تکلیف ہمیں بالکل نظر نہیں آتی۔

وہ خواب دیکھتا ہے کہ کوئی آدمی اسے مار پیٹ کر رہا ہے اور وہ دہشت کی وجہ سے لرز کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ وہ اپنے جسم میں بہت سے اعضا پر دکھ اور تکلیف محسوس کرتا ہے۔ پھر بھی ہم اس وجہ سے کبھی اس کا انکار نہیں کرتے کہ اس کی تکلیف ہمارے مشاہدہ میں نہیں آتی۔ بسا اوقات ایک جاگتا ہوا آدمی اگرچہ اپنے جسم اور نفس میں سخت عذاب اور تکلیف پاتا ہے لیکن ہمارے سامنے اس طرح بیٹھا ہوا ہے، گویا اسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ وہ کوئی دکھ محسوس نہیں کر رہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر کے متعلق شبہ...... جو محض اس بنا پر ہے کہ ہم اس عذاب کو آنکھوں سے نہیں دیکھتے، ایک بالکل کمزور اور بے بنیاد شبہ ہے...... کوئی عقلمند یہ نہیں کہتا اور نہ کہہ سکتا ہے کہ ''تمام موجودات محسوسات میں ہی آ گئی ہیں اور جو چیز محسوس نہیں ہے، اس کا وجود بھی نہیں ہے۔''

اب فرض کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بغیر قوت سامعہ کے پیدا کیا ہے اور وہ کسی آواز کو نہیں سن سکتا۔ کیا اس صورت میں ہمارا آوازوں کو نہ سننا اس بات پر دلیل ہو سکتا ہے کہ ان آوازوں کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے؟ کیا بہرے آدمی...... جو ہمارے درمیان کافی تعداد میں موجود ہیں۔ آوازوں کے جود سے انکار کرتے ہیں؟ بہرے آدمی کا آواز کے جود سے انکار کتنا بعینہ ایسا ہے جیسا کہ یہ لوگ محض اس بنا پر عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں کہ وہ اسے دیکھ اور محسوس نہیں کر رہے۔

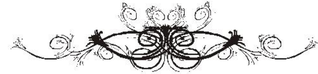
یا فرض کر لیجیے کہ نوع انسانی کو حواس خمسہ سے محروم پیدا کیا گیا ہے اور وہ موجودات میں سے کسی چیز کو بھی محسوس نہیں کرتی، نہ سن کر، نہ دیکھ کر، نہ چکھ کر، نہ چھو کر، اور نہ سونگھ کر۔ کیا ایسی صورت میں ان تمام موجودات کا وجود اس بنا پر ناپید ہو جائے گا کہ انہیں کسی طرح بھی محسوس نہیں کیا جا رہا؟ اور کیا حواس کی ناپیدگی ہر اس چیز کی ناپیدگی پر دلیل ہو گی جو ان حواس سے محسوس نہیں ہو رہی؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ان لوگوں کا عذاب قبر کو محسوس نہ کرنا اس بات کی ہرگز دلیل نہیں ہے کہ عذاب قبر کا فی الواقع کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

دراصل ان لوگوں نے عجلت اور جلدی سے کام لیا اور بلا سوچے سمجھے عذاب قبر سے انکار کر دیا انہیں چاہیے کہ ہمارے مندرجہ بالا بیان کو غور سے دیکھیں اس لیے کہ اس میں ان کے اطمینان اور تسکین کا سامان موجود ہے۔ خوردبین کی ایجاد سے پہلے اگر ہم کہتے کہ خلائے آسمانی اور ہوا ایسے بہت سے جاندار اور ذی روح حیوانات سے بھری ہوئی ہے جو بہت سی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں اور جو زندہ لوگوں کا شکار کرتے ہیں تو کوئی شخص ہماری تصدیق نہ کرتا اور ہمارے کہنے پر ایمان نہ لاتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ناظرین جب دونوں امور کو پوری طرح پہچان لیں گے...... اور ان کے لیے ناگزیر ہے کہ انہیں پہچانیں۔ تو ان پر قبر کے عذاب یا نعمت کا اشکال حل ہو جائے گا۔ عالم روحانی کے پہچاننے اور اس کا اعتراف کر لینے کے بعد انہیں معلوم ہو جائے گا کہ معاملہ دراصل یکساں

ہیں،خواہ عذاب یا نعمت جسم وروح دونوں پر ہو، یا محض روح پر......امید ہے کہ ہمارا مندرجہ بالا بیان ان کے اعتراف کے لیے کافی ہوگا یہ چیز ہر ایک پر عیاں ہے کہ نظام کائنات کی یہ حرکت اور عجیب وغریب نظام جو ہمیشہ اس پر جاری ہے لازمی طور پر ایک غیر مادی امر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ہر موجود شے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اسے دیکھا اور محسوس بھی کیا جاسکے۔ بلکہ موجودات کا دائرہ محسوسات کے دائرے سے کہیں وسیع ہے۔لہٰذا قبر کا عذاب وثواب ایک نہایت واضح مسئلہ اور ان امور میں سے ایک امر ہے جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔



اہل حدیث کانفرنس، جام پور

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث جام پور کی سالانہ ''اہل حدیث کانفرنس'' مؤرخہ ۸،۹/اکتوبر بروز جمعہ، ہفتہ بمقام جامعہ محمدیہ اہل حدیث جام پور ہوگی۔معروف علمائے کرام تشریف لاکر خطابات فرمائیں گے، ان شاء اللہ۔ اضلاع راجن پور وڈیرہ غازی خان کے احباب جماعت اپنے اپنے تبلیغی پروگرام بناتے وقت مذکورہ تواریخ کو مدنظر رکھیں تاکہ تواریخ متصادم نہ ہوں۔ تفصیلی پروگرام کانفرنس کے انعقاد سے ایک ماہ قبل مشتہر کردیا جائے گا۔

محمد اسمٰعیل ساجد، مدیر جامعہ محمدیہ اہل حدیث جام پور۔ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ضلع راجن پور۔فون:0333-8556472

تحقیق وتجزیہ

تحریک آزادئ نسواں پر اقبال کی تشویش

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق، منصورہ۔ لاہور

چندروز پہلے علامہ اقبال رحمہ اللہ کی بہواورڈاکٹر جاوید اقبال کی بیگم محترمہ ناصرہ اقبال نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش کی طرح پاکستان میں بھی برقعہ پہننے پر پابندی عائد کردینی چاہیے۔اُنہوں نے عجیب بات کہہ دی کہ برقعہ ہندوؤں کا کلچر ہے۔

اس کے برعکس مستند حوالوں سے یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ موصوفہ محترمہ کے جلیل القدر سسر اور بے مثال مفکر وشاعر حکیم الامت علامہ اقبال خواتین کے لیے چہرے کے پردے کے قائل تھے اور مرد وزن کی مخلوط محفلوں کے مخالف تھے۔ یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ اقبال کوانگریزوں نے جنوبی افریقہ میں ہائی کمشنر کے عہدے کی پیش کش کی،مگر شرط یہ رکھی کہ اُن کی اہلیہ کے لیے مخلوط محفلوں میں شمولیت لازمی ہوگی۔اقبال نے اس شرط کوقبول نہ کیااور یہ پیش کش مسترد کردی۔

ذیل میں تحریک آزادئ نسواں کے حوالے سے اقبال کے نظریات وعقائد کی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

یورپی قومیں مذہب سے آزاد ہو کر گویا ہر بند سے آزاد ہوگئیں۔انہوں نے شرم وحیا کے فطری تقاضوں کومکمل طور پر دبا دیا اور عیش پرستی کو زندگی کا مقصودِاوّل بنالیا۔ظاہر ہے عورت کواس سلسلے میں بنیادی آلۂ کار کی حیثیت دی گئی، اس لیے پوری کوشش کی گئی کہ وہ جسمانی حسن ودلکشی کی علامت بن جائے اور شمع محفل بن کر ہر شخص کا دل لبھاتی رہے۔

لیکن چوں کہ خودغرضی اور بے مروّتی مغربیت کا لازمی شعار ہے اس لیے ظلم یہ کیا گیا ہے کہ عورت کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر اسے زیادہ سے زیادہ عریانی وفحاشی کا پیکر بنایا گیا،مگراسی نسبت سے اسے وقار اور تحفظ کے سارے وسائل سے محروم کردیا گیا۔بحیثیت ماں، بیوی، بیٹی یا بہن اس کی کوئی عزت نہ رہی۔ جوانی میں وہ بیک وقت کئی مردوں کی تفریح کا سامان بنتی ہے۔اپنے روزگار کا انتظام بھی خود کرتی ہے، یعنی اپنی نازک جسمانی ساخت کے باوصف دفتر یا کارخانے میں مردوں کے برابر کام بھی کرتی ہے۔اس طرح خاندانی نظام درہم برہم ہونے کی وجہ سے وہ اپنی مامتا کودبا کر بچوں سے بے نیاز رہنے پر مجبور ہوتی ہے اور اس کا بڑھاپا کسمپرسی اور بے بسی کی حالت میں گزرتا ہے۔

چناں چہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپ نے یوں تو پوری انسانی دنیا پر ناقابل بیان مظالم توڑے ہیں،مگر سب سے زیادہ ظلم واستحصال کا شکار عورت بنی ہے۔اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے کہ شدید ٹھنڈے موسم میں مردتو تھری پیس سوٹ پہنتا ہے،مگر عورت کو محض سفلی جذبات کی تسکین کے لیے، منی سکرٹ میں دیکھنا چاہتا ہے۔

شمالی یورپ کے ممالک کی ایئر ہوسٹسوں نے تو باقاعدہ احتجاج بھی کیا ہے کہ انہیں فضا کی بلندیوں میں شدید سردی محسوس ہوتی ہے، اس لیے سکرٹ کے بجائے انہیں گرم پاجامے پہننے کی اجازت دی جائے مگر وہاں کے مرد کی سنگ دلی پر اس فریاد کا کوئی اثر نہیں ہوا۔اس کے نتیجے میں عورت کا تو ظاہر ہے تقدس تباہ ہونا ہی تھا،مگر اس کا وبال سارے معاشرے پر پڑا۔آزاد اور مخلوط سوسائٹی کے نتیجے میں حرامی بچوں کی غیر معمولی کثرت، طلاقوں کی بھرمار، ان گنت نفسیاتی مسائل، بے شمار جنسی بیماریاں، خودکشیاں اور ہمہ نوع خاندانی اور سماجی ابتری نے یورپ کو حیوانوں کی سطح سے بھی بہت نیچے گرا دیا ہے اور یہ تہذیب تاریخ اور انسانیت دونوں کے لیے سرطان سے بھی خطرناک بیماری کی صورت اختیار کرگئی ہے۔

یورپ والوں نے نہایت عیاری اور بدنیتی کے ساتھ کوشش کی کہ

ایشیا اور افریقہ خصوصاً اسلامی دنیا میں بھی عورت کو ویسی ہی آزادی مل جائے جیسی یورپ نے اپنے ہاں کی عورتوں کو دی ہے تاکہ مسلمان بھی عیاش و بے حیا ہوجائیں اور ان کی روایتی خصوصیات یعنی شجاعت ومردانگی، حمیت وایثار، مروّت اور خدا خوفی جو زوال کے سائے میں پڑی سورہی تھیں اور کسی وقت بھی بیدار ہوسکتی تھیں بے ہوشی کی حالت میں دم توڑ جائیں ...... تاکہ وہ یورپ کی غلامی کے شکنجے سے کبھی رہائی نہ پاسکیں۔

اس سلسلے میں پوری اسلامی دنیا میں آزادیٔ نسوں کی تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ مغربی حکمرانوں، دانش وروں اور سیاست کاروں کے سوچے سمجھے منصوبے سے ہورہا تھا۔ نام نہاد مغرب پرست طبقے نے ان تحریکوں کی کھل کر حمایت کی اور پروپیگنڈا یہ کیا کہ مسلمانوں کے معاشرے میں عورتوں پر ظلم ہوتا ہے، اسے مرد سے پست سمجھا جاتا ہے گھر کی چار دیواری میں بند کرکے اس کی صلاحیتوں کو ابھرنے کا موقع نہیں دیا جاتا اور عدم مساوات اور استحصال کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ستم ظریفی یہ تھی کہ یہ لوگ جو عموماً گروہِ مترفین سے تعلق رکھتے تھے، عورتوں کو اسلامی قوانین کے تحت اپنی جائیدادوں میں تو حصہ دار بنانے پر آمادہ نہ تھے، مگر محض اپنی سفلی جذبات کو تسکین دینے اور خوئے غلامی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو بے حجاب بنانے پر تل گئے۔

اقبال نے اس صورتِ حال کو تشویش کی نظر سے دیکھا اور آزادیٔ نسواں کی اس تحریک کے سامنے بند باندھنے کا تہیہ کرلیا۔ ''ضربِ کلیم'' میں عورتوں کی آزادی یا بے راہروی کا ذمہ دار وہ جدت پسند مردوں کی حماقت اور ناعاقبت اندیشی کو قرار دیتے ہیں۔

''ضربِ کلیم'' کے اشعار ہیں:

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

اقبال کے نزدیک عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ وہ مرد کو اس کے اخراجات کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورت کو چراغ خانہ بن کر رہنا چاہیے۔ چراغ محفل بنے گی تو مرد کی مردانگی پر حرف آئے گا۔

''ضربِ کلیم'' میں فرماتے ہیں:

نے پردہ نہ تعلیم ، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا سرد

اسی نقطۂ نظر کو انہوں نے ایک مضمون میں پیش کیا ہے جو ۱۹۳۳ء میں ''لور پول پوسٹ'' لندن میں شائع ہوا تھا۔ مشرق اور مغرب میں خواتین کی حیثیت پر لکھتے ہوئے وہ کہتے ہیں۔

[بحوالہ ''تجلیاتِ اقبال'' ص:۱۱۱]

''میں اس خیال سے لرزہ براندام ہوجاتا ہوں کہ عورتیں قوتِ لایموت کا خود بندوبست کریں۔ اس طرزِ عمل سے نسائیت کا جوہر تباہ و برباد ہوجائے گا۔''

اقبال نے مثنوی اسرار ورموز، جاوید نامہ، ارمغانِ حجاز اور ضربِ کلیم میں متعدد مقامات پر معاشرے میں عورت کی حیثیت واہمیت اور اس کے تقدس واحترام پر اظہار خیال کیا ہے وہ عورت کے معاملے میں یورپ کے طرزِ عمل پر بہت پریشان ہیں اور وہاں کی مخلوط سوسائٹی اور مخلوط تعلیم کو نفرت و بے زاری کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

''ضربِ کلیم'' میں کہتے ہیں:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نا زن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

اور تہذیب مغرب نے جس طرح عورت کو اس کے گھر سے نکال کر زبردستی اس کے بچوں سے دور یا محروم کر کے اسے کارخانوں اور دفتروں میں لا بٹھایا ہے، اس پر اقبال ''خرد مندانِ مغرب'' کو یوں شرمندہ کرتے ہیں۔

''ضربِ کلیم'' میں کہتے ہیں:

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہند و یونان ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار و زن تہی آغوش

اقبال عورتوں کی بے جا آزادی کے مخالف تھے اور اسے شمع محفل کی بجائے چراغ خانہ دیکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں فقیر سید وحید الدین روایت کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ کہنے لگے کہ جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی ضرور اپنی غلطی پر پشیمان ہوئی ہے۔ عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگایا جائے جنہیں مرد انجام دے سکتا ہے تو یہ طریق کار یقیناً غلط ہوگا، مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے، ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے۔'' [روگارِ فقیر، جلد اوّل، ص:٦٦]

آزادئ نسواں کے حامی مغرب پسند حضرات کی روش پر اقبال یوں پریشانی کا اظہار فرماتے ہیں:

''معاشرتی اصلاح کے نوجوان مبلغ یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تعلیم کے چند جرعے مسلم خواتین کے تن مردہ میں نئی جان ڈال دیں گے اور وہ اپنی ردائے کہنہ کو پارہ پارہ کر دے گی۔ شاید یہ بات درست ہو، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اپنے آپ کو برہنہ پا کر اسے ایک مرتبہ پھر اپنا جسم ان نوجوان مبلغین کی نگاہوں سے چھپانا پڑے گا۔'' [شذراتِ فکر اقبال، ص:۱۴۸]

اقبال عورتوں کے پردے کے شدت سے حامی تھے۔ چناں چہ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ حکومت برطانیہ نے اقبال کو جنوبی افریقہ میں اہم سفارتی عہدے کی پیش کش کی، مگر شرط یہ رکھی کہ ان کی بیگم کو مخلوط محفلوں میں جانا پڑے گا۔ اقبال نے اس شرط کو قبول نہیں کیا اور پیش کش ٹھکرا دی۔ [ملفوظاتِ اقبال، ص:۲۴۳]

''ملفوظاتِ اقبال'' میں روسی ترکستان کے ایک عالم موسیٰ جاراللہ سے اقبال کی گفتگو خاصی بصیرت افروز ہے۔

متعلقہ عبارت یوں ہے:

''موسیٰ جاراللہ صاحب تشریف لے آئے۔ پردے کے متعلق باتیں ہونے لگیں۔ ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے: ''فطرت کا تقاضا معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جس میں تخلیقی صفات ہوں، پردے میں رہے، خود خدا کو دیکھئے بے حجاب نہیں۔ زندگی کو لیجیے اگر چہ اس کے آثار کو ہم دیکھ سکتے ہیں، مگر بذاتِ خود وہ ہماری نظروں سے پنہاں ہے۔'' اس پر موسیٰ جاراللہ نے کہا کہ ہم لوگ بھی پردے کے قائل تو ضرور ہیں، مگر حجابِ رو کو ضروری نہیں سمجھتے اور نہ قرآنِ کریم میں اس کے متعلق کوئی نص قطعی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا نہیں، قرآن حجابِ رو کا قائل ہے۔'' [ص:۲۴۴]

اور ''مقالات'' میں رقم طراز ہیں:

''مغربی دنیا میں نفسی نفسی کا ہنگامہ گرم ہے اور غیر معتدل مسابقت نے ایک خاص قسم کی اقتصادی حالت پیدا کر دی ہے۔ عورتوں کا آزاد کر دیا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو میری دانست میں بجائے کامیاب ہونے کے الٹا نقصان رساں ثابت ہوگا اور نظامِ معاشرت میں اس سے بے حد پیچیدگیاں واقع ہو جائیں گی اور عورتوں کی اعلیٰ تعلیم سے بھی جس حد تک

کہ افرادِ قوم کی شرحِ ولادت کا تعلق ہے، جو نتائج مرتب ہوں گے، وہ بھی غالباً پسندیدہ نہ ہوں گے۔'' [ص:۱۳۶]

بقول فقیر سید وحید الدین اقبال زن و مرد کی ترقی، نشو و نما اور تعلیم و تربیت کے لیے جداگانہ میدانِ عمل کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جسمانی طور پر بھی ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے اور فرائض کے اعتبار سے بھی۔ چناں چہ موصوف محترم عورتوں کے لیے ان کی طبعی وفطری ضروریات کے مطابق الگ نظامِ تعلیم اور الگ نصاب چاہتے ہیں۔ [روزگار فقیر، جلد اوّل، ص:۱۶۶]

''شذرات'' میں لکھتے ہیں:

''تعلیم بھی دیگر امور کی طرح قومی ضروریات کی تابع ہوتی ہے۔ ہمارے مقاصد کے پیش نظر مسلمان بچیوں کے لیے مذہبی تعلیم بالکل کافی ہے۔ ایسے تمام مضامین جن میں عورت کو نسوانیت اور دین سے محروم کر دینے کا میلان پایا جائے احتیاط کے ساتھ تعلیم نسواں سے خارج کر دیئے جائیں۔'' [ص:۵۸]

اسی سلسلے میں ''ملفوظاتِ اقبال'' میں ان کا ایک قول ہے:

''تعلیم کا ذکر آیا تو فرمایا کہ مسلمانوں نے دنیا کو دکھانے کے لیے دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہی، لیکن نہ تو دنیا حاصل کر سکے اور نہ دین سنبھال سکے۔ یہی حال آج مسلم خواتین کا ہے جو دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں دین بھی کھو رہی ہیں۔'' [ص:۲۰۸]

چناں چہ ایک مرتبہ جب اقبال بھوپال میں بغرضِ علاج اپنے دوست سر راس مسعود کے ہاں مقیم تھے تو دورانِ گفتگو لیڈی مسعود کے جواب میں فرمایا:

''بے شک قرآنِ کریم میں حصولِ علم پر بڑا زور دیا گیا ہے، لیکن اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں ایک مکتب میں مل جل کر تعلیم حاصل کریں۔'' [ص:۱۰۲]

اور اسی نقطہ نظر کی تائید اقبال نے ''ضربِ کلیم'' میں بھی کی ہے وہ ایسی تعلیم کو سراسر موت قرار دیتے ہیں جس سے عورت نسوانیت کے جوہر کھو دے، وہ ایک مسلمان ماں کی خوبیوں سے محروم ہو جائے اور جس سے اس کا دینی کردار ختم ہو جائے۔ کتنے کرب اور دکھ سے کہتے ہیں۔

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ اُمومت
ہے حضرتِ انسان کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

دراصل اقبال کے نزدیک امت مسلمہ کے لیے قابل تقلید نمونہ نبی اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اُسوہ ہے۔ چناں چہ اسی نسبت سے وہ خواتین کو تلقین کرتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پیروی اختیار کریں، اور اپنی آغوش میں ایسے بچوں کی پرورش کریں جو بڑے ہو کر شبیر صفت ثابت ہوں۔ ''رموزِ خودی'' میں لکھتے ہیں۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ
مادراں را اُسوۂ کامل بتولؓ

اور ''ارمغانِ حجاز'' میں خواتین کو یوں نصیحت کرتے ہیں۔

اگر پندے زِ درویشے پذیری
ہزار امت بہ میرو، تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

یعنی ''ایک درویش کی نصیحت کو قبول کر لو تو ہزار قومیں ختم ہو جائیں، لیکن تم ختم نہیں ہوسکتیں اور درویش کی نصیحت یہ ہے کہ بتولؓ بن کر زمانۂ حاضر کی نگاہِ بد سے اوجھل ہو جاؤ (یعنی پردہ اختیار کر لو) تاکہ تم اپنی آغوش میں ایک شبیر کو پال سکو۔''

اور اس قولِ فیصل کے بعد اس موضوع پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

افکارِ معاصرین

ربّ کو ابابیلیں بھیجنے میں دیر نہیں لگے گی

اوریا مقبول جان

خیبر پختونخواہ کے ایک حامی حاجی عدیل نامی ایک صاحب نے اگلے دن شدت جذبات میں یہ بیان داغ دیا کہ ہمارا ہیرو محمد بن قاسم نہیں بلکہ راجہ داہر ہے۔ روزنامہ ایکسپریس کے ایک معقول ومقبول کالم نگار محترم اوریا مقبول جان نے لفظ حاجی سے موسوم اس شخصیت کو خطاب کرکے کالم لکھا ہے جو علم کے دلائل اور دین کے جذبے سے بھرپور ہے۔ اس کالم میں محترم کالم نگار نے پختونوں کی دینی غیرت کے حوالے سے یہ تحریر کیا ہے کہ کسی پختون کے قلم سے یہ کالم؟ پختون تاریخ اور روایات اس کی تائید نہیں کرتیں۔ کالم کی علمی ومعنوی افادیت کے پیش نظر یہ کالم ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ [ادارہ]

آج سے تقریباً چھ برس قبل وہ ایک ہفتے کے لیے میرے ہم سفر تھے۔ ایرانی انقلاب کی پچیسویں سالگرہ کی تقریبات تھیں۔ کانفرنس کا موضوع تھا ''ایرانی انقلاب دنیا کے دانش وروں کی نظر میں''۔

میرے مقالے کا موضوع تھا ''اقبال کی شاعری اور ایرانی انقلاب''۔ اسی کانفرنس میں پہلی دفعہ میری ملاقات حزب اللہ کے سربراہ حسن نصر اللہ سے ہوئی۔ پاکستانی وفد میں بہت سے صحافی اور سیاست دان بھی موجود تھے۔ ان میں پشاور سے حاجی عدیل بھی تھے۔ صبح وشام ان سے ملاقات رہتی۔ میں نے انہیں ایک مرنجا مرنج اور مجلسی پشتون کی حیثیت سے دیکھا۔ ان میں رواداری، حس مزاح اور قصہ خوانوں جیسی گفتگو کرنے کا ملکہ تھا۔ بس ایک دفعہ میں نے انہیں خونخوار ہوتے دیکھا۔

شاہِ ایران کا محل جواب ایک عجائب گھر بنادیا گیا تھا، اُسے دکھانے کے لیے سب مندوبین کو بسوں میں لے جایا گیا۔ محل کی سیر کے بعد سب اپنی اپنی بسوں میں آکر بیٹھ گئے۔ بسیں سٹارٹ ہوئیں لیکن چند مندوبین غائب تھے۔ ایرانی پروٹوکول کے لوگ انہیں محل کے وسیع باغات میں ڈھونڈنے چلے گئے۔ ادھر ہماری بس کے ڈرائیور نے دروازے مقفل کیے اور دور جاکر کھڑا ہوگیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ حاجی صاحب شدید بے چین ہورہے ہیں، وہ بار بار ان لوگوں کو برا بھلا کہتے اور بے چینی میں پہلو بدلتے۔ آدھے گھنٹے سے زیادہ گزر گیا، تمام دروازے پریشر سے بند تھے،

حاجی صاحب اٹھے اور ڈرائیور کے ساتھ والی کھڑکی سے نیچے کود گئے۔ چند ایرانی دوڑ کر ان کی طرف آئے کہ کہیں اب یہ مسافر بھی گم نہ ہوجائے۔ انہوں نے حاجی صاحب کو فارسی میں اندر جانے کو کہا۔ حاجی صاحب پہلے انگریزی جسے وہاں بہت کم لوگ جانتے ہیں اور پھر اشاروں سے بتایا کہ اگر وہ کچھ دیر اور ایسے بیٹھے رہتے تو ان کا مثانہ پھٹ جاتا۔ یہ سب انہوں نے اس قدر غصے میں کہا کہ ہم لوگ بھی باہر کود آئے کہ کہیں ضبط پیشاب کے اس عالم میں فساد برپا نہ ہوجائے۔

اس ایک واقعہ کے علاوہ حاجی عدیل کا تاثر میرے لیے ایک انتہائی خوش کن اور مجلسی انسان کا تھا۔ اسی لیے مجھے سب سے زیادہ حیرت ان کے اِس بیان سے ہوئی کہ ہمارا ہیرو محمد بن قاسم نہیں بلکہ راجہ دہر ہے۔ مجھے دکھ بھی بہت ہوا اور ایک لمحے کو یقین بھی نہیں آیا۔ کوئی بھیل، کوہلی، شودر، دلت، راجپوت یا برہمن نسل کا آدمی یہ بات کرتا تو اتنا دکھ نہ ہوتا کہ اُنہیں اپنے آباء واجداد کا مذہب اور حکومت یاد آرہی ہوگی۔ مجھے اپنا دوست محمد علی داہر شدت سے یاد آیا جو راجہ داہر کی نسل سے ہے لیکن میرے اللہ نے اُسے ایسے نورِ ایمانی سے سرفراز کیا کہ اُس کی اسلام سے محبت پر رشک آتا ہے۔

لیکن شاید حاجی صاحب پختونخواہ کی ایک ایسی بس میں سوار ہیں جس کے دروازے بند کرکے لوگ بھاگ چکے ہیں۔ اور لگتا ہے کہ اس دفعہ

ڈرائیور والی کھڑکی بھی بند کردی گئی ہے۔ اسی لیے حاجی صاحب اپنے اضطراب میں بھول گئے کہ وہ اُس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے کئی سو سال اپنے گھوڑوں کا رُخ اس برصغیر پر فاتح کی حیثیت سے پھیرے رکھا۔ یہ افغانستان کی سرزمین سے خیبر کے راستے کبھی ترکوں اور مغلوں کے ساتھیوں کی حیثیت سے اور کبھی خودغوری، خلجی اور سوری پشتونوں کے طور پر بت کدۂ ہندوستان پر حملہ آور رہے۔ لیکن کیا کروں مجھے جتنی عقیدت اور محبت محمد بن قاسم سے ہے اتنی ہی محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور سب سے آخر میں ہندوستان آنے والے احمد شاہ ابدالی سے ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ اس ہندوستان میں شاہ ولی اللہ کی درخواست پر نہ آتا تو مرہٹوں کا برصغیر کو ہندو گپتا حکومت کی طرح ہندوتوا کا خواب پورا ہو جاتا۔

حاجی صاحب! کاش آپ نے اپنی عمر کا کچھ حصہ راجہ داہر کے وارث ہندو حکمرانوں کے بھارت میں گزارا ہوتا۔ میں نے چار سال قبل بھارت کے دس سے زیادہ شہروں میں مسلمانوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ ان میں آپ کے رُہیل کھنڈ کے غیرت مند پشتون بھی شامل تھے۔ لیکن ایسے زندگی گزار رہے تھے کہ دلت اور شودر ان سے زیادہ معزز اور محترم تھے۔

اسی سال سچر کمیشن رپورٹ آئی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ بھارت کے مسلمانوں کی حالت شودروں سے بدتر ہے۔ ان کے علاقوں میں پانی ہے نہ بجلی، ہسپتال ہے نہ سکول، یہ بدبودار اور تعفن زدہ آبادیاں ہیں جو ہندو اکثریت کے خوف سے سہمی ہوئی رہتی ہیں۔

اسی دوران یعنی جنوری ۲۰۰۷ء میں جب میں وہاں تھا تو رُہیل کھنڈ کے ایک مدرسے میں پڑھنے والی دو مسلمان جو نسلاً پختون تھیں، ان بچیوں کو ہندو غنڈوں نے اغواء کیا تھا اور چار روز بعد سڑک پر پھینک دیا تھا۔ ان کے والدین رو رو کر ٹی وی پر کہتے تھے، ہم تو خوف سے بچیوں کو انگریزی سکولوں میں بھی داخل نہیں کرتے لیکن اب تو ہمارے مذہبی مدرسوں کے راستے بھی محفوظ نہیں۔ میں اُس کے بعد پندرہ دن وہاں رہا لیکن پولیس نے مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔ میری دعا ہے کہ حاجی صاحب! اللہ آپ کو ایسے راجہ داہر کے دیس میں بسنے سے بچائے۔ جہاں آپ گاڑی میں آنکھیں بند کر کے سفر کر رہے ہوں تو جیسے ہی بدبو سے آپ کی ناک پھٹنے لگے آپ آنکھیں کھول کر دیکھیں تو وہ مسلمانوں کا علاقہ ہو۔

حاجی صاحب! آپ کا غصہ ایک کلمہ گو محمد بن قاسم پر کیوں ہے؟ آیئے ذرا پہلے تاریخ میں جھانک کر دیکھتے ہیں۔ آپ ایرانی حکمران دارا کو گالی کیوں نہیں نکالتے جس نے ۵۰۰ قبل مسیح میں پورے افغانستان اور پشتون قوم کو غلام بنایا اور اپنی زبان تک وہاں رائج کر دی۔

آپ ۳۳۰ قبل مسیح کے سکندر کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے جس نے اس پوری سرزمین کو روندتے ہوئے یہاں اپنی حکومت قائم کی۔ آپ نے سکندر کو ایسا مسلمان بنایا کہ ہر دوسرے گھر میں بیٹے کا نام سکندر ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال کی یونانی حکومت کے بعد کشان آپ پر چڑھ دوڑے اور چار سو سال تک حکومت کرتے رہے۔ وہ تو سندھ سے لے کر گوبی صحرا تک حکمران تھے آپ نے انہیں کبھی نہیں ملامت کی۔ ان کی نشانی بامیان کے بدھ کے مجسموں کو جب طالبان نے اڑایا تو آپ نے ایسے شور مچایا جیسے وہ فاتح نہیں تھے بلکہ آپ کے پختون تھے۔

فرق صرف یہ ہے کہ وہ کلمہ گو نہ تھے ورنہ شاید آج آپ انہیں بھی گالیاں دے رہے ہوتے۔ اُس کے بعد سفید ہن قبائل سو سال تک اس خطے پر حکمران رہے لیکن انہیں بھی آپ نے کبھی دشمن، ولن یا غاصب کے طور پر نہیں پکارا۔ صرف اس لیے کہ وہ یورپ سے آئے تھے اور کلمہ نہیں پڑھتے تھے۔ لیکن آپ شاید اس حقیقت سے آنکھیں موند لیں لیکن یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جس دن سے افغان قوم نے اس کائنات کے ربّ اور مالک کی غلامی کا طوق گلے میں پہنا ہے پھر اُس کے بعد اُس پر کوئی غیر مسلم فاتح اپنی حکومت قائم نہیں کر سکا۔ اللہ کی غلامی نے انہیں ایسی سرفرازی عطا کی ہے کہ انہوں نے صرف ایک صدی کے اندر دنیا کی تین عالمی طاقتوں کو شکست سے دوچار کیا۔

افغان مسلمہ امہ کا وہ سرمایہ ہے جس پر میرے اللہ کا یہ فرمان صادق آتا ہے کہ تم اگر تعداد میں کم بھی ہو گے تو ہم تمہیں بڑے گروہ پر غلبہ عطا کریں گے۔

برطانیہ جس پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا شکست کھا کر نکلا۔

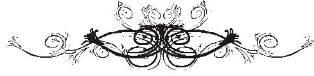
روس جس کے آپ بہت ممدوح تھے اور طورخم کے بارڈر پر سرخ جھنڈوں کا انتظار کرتے تھے، ایسے شکست کھا کر نکلا کہ اُس کی عظیم سلطنت کا نشان تک باقی نہ رہا۔

آپ نے کہا یہ امریکہ کی مدد سے ہوا۔شاید آپ کو اللہ پر یقین نہ تھا۔لیکن میرے اللہ نے آپ کے اس حیلے بہانے کو بھی توڑ دیا۔

آپ کے سامنے اس وقت ۴۸ ممالک اقوام متحدہ کے پرچم تلے، امریکہ، نیٹو اور خود آپ جیسے اُس کے ہمسائے بھی افغانوں کے خلاف تھے۔کوئی مدد کو تیار نہ تھا۔سب دہشت گردی کی جنگ میں ان کے خلاف تھے۔لیکن آج نیٹو کے ملک اور امریکہ جیسی طاقت یہ کہتی ہے کہ ہم جنگ ہار چکے ہیں۔شاید اب اس جیت کے خلاف کوئی دلیل آپ کے پاس نہ ہو لیکن کروڑوں افغانوں کے پاس ایک دلیل ہے کہ اللہ ان کا مددگار ہے۔

افغان جو ایک اللہ کی وحدانیت، اور سید الانبیاء ﷺ کی محبت کے جذبے سے سرشار قوم اپنے اُس ماضی سے نفرت کرتی ہے جس میں وہ دارا، سکندر، کنشک اور ہن قوم کی غلام تھی۔لیکن شاید آپ اُس غلامی کی جانب واپس لوٹنا چاہتے ہیں۔

قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ میں مطلع الانوار سے ایک تاریخی حوالہ دیا ہے کہ جب ابرہہ نے خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے تیاری کی تو اس وقت کعبے کے بہت سے دشمن نزدیک و دور سے آ کر ابرہہ کے گرد جمع ہو گئے۔انہی لوگوں میں افغان قبائل بھی شامل تھے۔جن پر میرے ربّ نے ابابیلوں کے ذریعے کنکریاں برسائیں اور انہیں کھائے ہوئے بھس کی مانند کر دیا۔آپ شاید ابرہہ کے اُس لشکر کے افغانوں کو ہیرو سمجھتے ہیں لیکن آپ کو علم نہیں اس ملک پر میرے اللہ کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے اور آپ کی ہی پختون قوم اللہ سے لازوال محبت اور وفاداری کی علامت ہے۔آپ ابرہہ کے لشکر کا ساتھ دیجیے میرے ربّ کو ابابیلیں بھیجنے میں دیر نہیں لگے گی۔ [بہ شکریہ، روزنامہ ایکسپریس، ۲۴/اپریل ۲۰۱۰ء]



ایڈیٹر کی ڈاک:

مکرمی ومحترمی جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

خیریت موجود عافیت مطلوب

ہفت روزہ الاعتصام شمارہ نمبر ۱۲، جلد نمبر ۶۲ میں محترم جناب پروفیسر عبدالرزاق ساجد حفظہ اللہ کا مضمون ''اسلام میں لونڈیوں کا نظام اور ہمارا میڈیا'' کی پہلی قسط نظر سے گزری۔دل کو بڑی خوشی ہوئی۔آنجناب پروفیسر صاحب نے بہت عمدہ انداز میں یہ مضمون لکھ کر اسلام کے خلاف غلط پروپیگنڈا پھیلانے والے نام نہاد محققین اور سکالرز کی بروقت خبر لی۔جزاہ اللہ خیراً فی الدنیا والآخرۃ

تاہم مذکورہ مضمون میں محترم پروفیسر صاحب نے میڈیا اور اعلام کے کردار کا تاریخی جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے: میڈیا خواہ پرنٹ ہو یا الیکٹرانک تحریراً ہو یا تقریراً دو دھاری ننگی تلوار ہے۔اس کا کردار اگر مثبت اور ذمہ دارانہ ہو تو شرف وفضیلت اور عروج وکمال میں وحی کے درجے کو جا پہنچتا ہے۔''

خط کشیدہ الفاظ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ان سے کچھ تاثر نہیں مل رہا۔لہٰذا کسی شمارہ میں اس کی وضاحت واصلاح ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اخوکم فی الدین، محمد ارشد کمال (سکیم موڑ لاہور)

مولانا محمد یٰسین راہی صاحب کی قیادت میں

حق کی عظیم الشان فتح

32 افراد اہل حدیث ہو گئے

حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب راہی کی قیادت میں جماعت تبلیغی ودعوتی سرگرمیوں میں کوشاں ہے۔ ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کا لٹریچر پڑھ کر اور مسلک اہل حدیث کی حقانیت واضح ہو جانے پر خوب تحقیق کر کے مندرجہ ذیل 32 افراد تقلیدی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو کر اہل حدیث ہو گئے ہیں، الحمدللہ۔

۱۔ جناب محمد عمران صاحب احمدانی۔ جام پور
۲۔ جناب حاجی زاہد حسین صاحب لنڈ۔ جام پور
۳۔ جناب نذر عنایت صاحب کھوسہ۔ جام پور
۴۔ جناب سید شاہد شاہ صاحب۔ جام پور
۵۔ جناب غلام اکبر صاحب۔ جام پور
۶۔ جناب محمد زبیر صاحب احمدانی۔ جام پور
۷۔ جناب سرمد ناصر صاحب احمدانی۔ جام پور
۸۔ جناب زبیر احمد صاحب قریشی۔ جام پور
۹۔ جناب زہیب احسن صاحب قریشی۔ جام پور
۱۰۔ جناب شاہنواز صاحب لنگرانی۔ جام پور
۱۱۔ جناب محمد صادق صاحب الکانی۔ جام پور
۱۲۔ جناب حاجی نذیر احمد صاحب رند۔ جام پور
۱۳۔ سید غلام قادر شاہ صاحب رند۔ جام پور
۱۴۔ جناب خلیل احمد صاحب احمدانی۔ جام پور
۱۵۔ جناب حاجی مرید حسین صاحب گلفاد۔ جام پور
۱۶۔ جناب محمد عبداللہ صاحب گلفاد۔ جام پور
۱۷۔ جناب بختیار احمد صاحب احمدانی۔ جام پور
۱۸۔ جناب سیف اللہ صاحب جوگیانی۔ جام پور
۱۹۔ جناب ربنواز صاحب جوگیانی۔ جام پور
۲۰۔ جناب سردار عبدالعزیز صاحب کھوسہ۔ جام پور
۲۱۔ جناب ملک منظور احمد صاحب ببر۔ جام پور
۲۲۔ جناب محمد یٰسین صاحب صاحب چانڈیہ۔ جام پور
۲۳۔ جناب محمد مزمل صاحب گلفاد۔ جام پور
۲۴۔ جناب محمد ابراہیم صاحب قریشی۔ جام پور
۲۵۔ حاجی ہزاری خاں ارکانی۔ جام پور
۲۶۔ جناب حاجی اللہ بخش صاحب منہاس۔ جام پور
۲۷۔ ملک محمد عاشق صاحب کھوکھر۔ کوٹلہ دیوان
۲۸۔ جناب حافظ خادم حسین صاحب کھوکھر۔ کوٹلہ مغلاں
۲۹۔ جناب ڈاکٹر محمد اسمٰعیل شاہ صاحب۔ کوٹلہ مغلاں
۳۰۔ جناب عبدالصبور صاحب۔ کوٹ مٹھن
۳۱۔ جناب احمد نور صاحب۔ کوٹ مٹھن
۳۲۔ جناب غلام نبی صاحب۔ راجن پور

نوٹ: ان میں 16 افراد وہ بھی شامل ہیں جو اہل حدیث کانفرنس جام پور میں جناب سید محمد سبطین شاہ صاحب نقوی کے خطاب سے متاثر ہو کر اہل حدیث ہوئے تھے۔

تمام احباب نئے اہل حدیث ساتھیوں کے لیے استقامت کی دعا فرمائیں۔

محمد اسمٰعیل ساجد، نائب مدیر ادارہ تبلیغ اسلام اہل حدیث جام پور، ضلع راجن پور۔ فون: 0333-8556472

یادِ رفتگاں

مولانا منیر احمد سلفی

قاسم محمود

مولانا منیر احمد سلفی ۴ر جنوری ۲۰۱۰ء بروز سوموار صبح ۱۱ بجے قضائے الٰہی سے وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابو جی کے مختصر حالاتِ زندگی درج ذیل ہیں:

آپ ۱۹۴۲ء کو امرتسر انڈیا کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پانچ بھائی اور چھ بہنیں تھیں جو کہ دو بھائیوں رشید احمد اور اقبال احمد کے سوا باقی سب وفات پا چکے ہیں۔ آپ کے والد کا نام میاں محمد داؤد تھا۔ ان کا امرتسر میں لوہے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس کے ساتھ ایک بڑی بیٹھک تھی جہاں اکثر مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم اور دیگر علماء آ کر ٹھہرا کرتے تھے۔

آپ کا خاندان قیامِ پاکستان کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آیا اور مولانا اسمٰعیل سلفی مرحوم کی عقیدت کی وجہ سے گوجراں والا شہر میں سکونت اختیار کی۔ ابو جی منیر احمد صاحب نے دنیوی تعلیم میں ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کیا اور دینی تعلیم کا آغاز آپ نے مولانا اسمٰعیل سلفی مرحوم سے عربی کا معلم پڑھ کر کیا۔

بعد ازاں آپ نے مستقل دینی تعلیم جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں والا نزد گھنٹہ گھر گوجراں والا شہر سے حاصل کی۔ آپ نے فاضل درسِ نظامی کا مکمل کورس کیا آپ کا درس نظامی کا فائنل امتحان آپ کے استاد محترم عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم نے لیا۔ آپ نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔ مولانا نے انہیں پگڑی پہنائی اور کتابیں ہدیہ کیں۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں مولانا ابو البرکات احمد مدراسی ہیں اور حافظ محمد محدث گوندلوی مرحوم سے آپ نے بخاری شریف پڑھی جس کو بعد ازاں آپ نے کتابی شکل میں مرتب کر کے ''درسِ بخاری'' کے نام سے شائع کیا۔ کافی عرصہ تک آپ ''جاء الحق'' کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالتے رہے جو کہ بعد ازاں آپ کی دینی مصروفیت اور علالت کی وجہ سے بند کرنا پڑا۔

آپ کے والد میاں محمد داؤد پیشہ کے لحاظ سے لوہار تھے۔ آپ کی ذات راجپوت تھی۔ اپنے خاندان میں آپ ہی دنیوی اور دینی علوم سے سب سے زیادہ پڑھے ہوئے تھے۔ آپ کے اسی شوق کو دیکھتے ہوئے آپ کے ایک شفیق دوست محترم عبدالحمید صدیقی مرحوم نے جو کہ اس وقت پنجاب پبلک لائبریری مال روڈ لاہور میں ملازمت کرتے تھے، اپنی دو کتب ایمان اور زندگی اور انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام چھاپنے کے لیے منیر صاحب کو دیں اور ساتھ ہی اسلامی کتابوں کی پبلشنگ کا ادارہ قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

اس وقت آپ نے اپنا آبائی پیشہ چھوڑ کر تقریباً ۱۹۷۲ء کو گوجراں والا شہر سے دار نشر الکتب الاسلامیہ (اسلامک پبلشنگ ہاؤس) کی بنیاد رکھی اور دو اردو کتابیں شائع کرنے کے بعد دو عربی کتابیں ''المغنی فی ضبط اسماء الرجال'' مصنف علامہ طاہر پٹنی رحمہ اللہ اور دوسری کتاب ''تقریب التہذیب'' عربی مصنف علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شائع کیں۔

کتابوں کی طباعت کے سلسلہ میں بار بار لاہور شہر آنا پڑتا تھا۔ اس لیے آپ نے اپنے استاد محترم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے پڑوس میں ۱۹۸۰ء کو اپنی رہائش اور اپنا ادارہ گوجراں والا سے شفٹ کر کے مکتبہ سلفیہ اور مدرسہ دار العلوم تقویۃ الاسلام المعروف (مدرسہ غزنویہ) کے قریب ۲۔ شیش محل روڈ لاہور پر منتقل کر لیا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب کو بھی بہت خوشی ہوئی اور وہ اکثر منیر صاحب کو ملنے ان کے شوروم میں آ جاتے اور علمی اور کاروباری گفتگو جاری رہتی۔

۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۵ء تک تقریباً پندرہ سال تک شوروم اسلامک پبلشنگ ہاؤس کا ادارہ کام کرتا رہا اور ایک سو پچاس کے قریب دینی علمی ادبی کتابیں شائع کیں۔ جن میں سے دو مشہور کتابیں عمدۃ الاحکام عربی از حافظ عبدالغنی المقدسی رحمہ اللہ اور تذکرۃ الحفاظ عربی مصنف حافظ شمس الدین

امام ذہبی ؒ کی کتابوں کے اردو تراجم کرائے جو کہ الحمدللہ دستیاب ہیں۔
کچھ کتابیں سعودی عرب بھی ایکسپورٹ کرتے رہے۔ ایک بڑے کاروباری نقصان کی وجہ سے ۱۹۹۵ء سے شیش محل روڈ والی دکان اور مکان فروخت کرنا پڑا اور یہ ادارہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس (فاران اکیڈمی) الفضل مارکیٹ قذافی سٹریٹ، ۱۷۔ اردو بازار لاہور منتقل ہوگیا جو کہ آج الحمدللہ ان کا بڑا بیٹا (راقم الحروف) چلا رہا ہے۔
ابوجی نے دو کتابیں صور اسرافیل اور دوسری درسِ صحیح بخاری مرتب کیں۔ ابوجی تقریباً پینتیس سال تک مختلف مساجد خاص طور پر سیٹلائٹ ٹاؤن گوجراں والا مرکزی جامع مسجد عامر روڈ شاد باغ اور مدرسہ تقویۃ الاسلام (مدرسہ غزنویہ) شیش محل روڈ لاہور میں اللہ کی رضا کے لیے جمعہ پڑھاتے رہے۔ اور ہر قسم کے نیکی کے کاموں میں ظاہری اور پوشیدہ طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ ایک باعمل عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں قبول فرمائے، آمین۔
انہوں نے ورثاء میں ایک بیوہ، سات بیٹے، قاسم، عاصم، سالم، عارف، عاکف، عاطف، یاسر اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔
میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والد محترم کی طرح محمد ﷺ کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں اسلام پر زندہ رکھے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائے، آمین۔
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءَ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ۔
اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ۔ آمین ......

حافظ محمد داؤد بن شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ ویرووالوی (فیصل آباد) کی وفات

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب ویرووالوی ؒ (بانی دارالقرآن والحدیث جناح کالونی فیصل آباد) کے بیٹے حافظ محمد داؤد صاحب ۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۳؍اپریل ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک بہ قضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون
حافظ محمد داؤد بڑے شریف النفس، متواضع، ملنسار، مہمان نواز شخصیت تھے۔ منٹگمری بازار فیصل آباد میں ان کی کاروباری مصروفیات تھیں۔ ایک فیکٹری بھی تھی جہاں اپنے آبائی کاروباری کو سنبھالے ہوئے تھے۔ دوستوں کے دوست اور علماء وطلبائے علوم دینیہ سے خصوصی محبت رکھتے تھے۔ ان دنوں ایک مسجد کے لیے ۲۰ مرلے پلاٹ لے کر تعمیر کی تیاری کر رہے تھے۔ چند روز قبل مولانا ارشاد الحق اثری ﷾ عمرہ کے مبارک سفر سے واپس وطن تشریف لائے تو حافظ محمد داؤد صاحب موصوف کو اسلام آباد ایئرپورٹ سے فیصل آباد اپنی گاڑی میں لے کر آئے۔ محترم مولانا ارشاد الحق کے مرحوم گہرے دوست تھے اور ان کے بھائیوں کی طرح کے تعلقات تھے اور چالیس سالہ رفاقت تھی۔ حافظ محمد داؤد کی عمر ۷۰ برس تھی۔ بالکل طبیعت بحال تھی۔ گزشتہ اتوار ۱۸؍اپریل کو لاہور میں میرے ایک شہید عزیز احسان ضیاء کی تعزیت کے لیے تشریف لائے۔ پھر وفات سے ایک دن قبل لودھراں کاروباری لین دین کے سلسلے میں رات ٹھہرے۔ صبح جمعۃ المبارک کی نماز میاں چنوں میں ادا فرمائی اور اپنی گاڑی پر واپس گھر فیصل آباد پہنچے۔ نماز مغرب کے وقت اپنے بیٹوں سے فرمانے لگے تم مسجد میں جا کر نماز پڑھ آؤ۔ میری طبیعت کچھ بوجھل سی ہو رہی ہے۔ بیٹے مسجد چلے گئے۔ حافظ داؤد صاحب نے وضو کیا اور نماز مغرب گھر پر ہی پڑھی، پھر لیٹ گئے۔ جب بیٹے نماز سے فارغ ہو کر آئے تو والد گرامی سفر آخرت اختیار کر چکے تھے۔ آہ!
مرحوم کے چھ بیٹے، دو بیٹیاں ہیں۔ تمام اپنے والدین کے فرماں بردار اور صالح ہیں۔ مرحوم کی نماز جنازہ میں ایک جم غفیر شامل تھا۔ ان کی نماز جنازہ حضرت مولانا ارشاد الحق اثری ﷾ نے پڑھائی اور بعد از دفن طویل دعائے مغفرت فرمائی۔ قارئین سے التماس ہے کہ مرحوم کی مغفرت وبلندئ درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ اللہ کریم ان کے لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے، آمین یا ربّ العالمین۔
[شریک غم: محمد سلیم چنیوٹی، دفتر الاعتصام لاہور]

نمائش!

سرِ بازار ہر سو عشوہ کاروں کی نمائش ہے
سنبھل اے چشم و دل یہ ماہ پاروں کی نمائش ہے
گری بجلی تبسم کی ، کہیں بارش ہے غمزوں کی
نئ تہذیب کیا ہے گل عذاروں کی نمائش ہے
یہ بنگلے ہیں یہ کاریں ہیں یہ سامان تعیش ہے
ہر اک جانب یہاں سرمایہ داروں کی نمائش ہے
یہی مسلم کہ جس کو ناز تھا اپنے تمدن پر!
اسی کے گھر فرنگی استعاروں کی نمائش ہے
جہاں کچھ لوگ فرطِ ضعف سے چلنے سے عاجز ہیں
وہیں پر برق رفتاری سے ''کاروں'' کی نمائش ہے
وہی گلشن کہ جو صد غیرتِ فردوس تھا اک دن
اسی کی ہر روش پر خارزاروں کی نمائش ہے
یہاں شمعیں بھی روتی ہیں یہاں شبنم بھی گریاں ہے
یہ دنیا ہے کہ یا ربّ اشک باروں کی نمائش ہے
یہی ہے قوم جس کی شرم تھی ضرب المثل راسخ
اسی کی بزم میں اب گل عذاروں کی نمائش ہے

[راسخ عرفانی]